علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ



تصنیف: سعدیہ اختر

تدوین: ظہور الدین خان

علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ

تصنیف:
سعدیہ اختر

تدوین:
ظہور الدین خان

ناشر:
ادارہ پاکستان شناسی

مقالہ : علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ

مقالہ نگار : سعدیہ اختر

ترتیب وتدوین : ظہورالدین خان

ضخامت : ۱۳۶ صفحات

پہلی طباعت : ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ/ جنوری ۲۰۰۷ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : ۱۳۰ (ایک سوتیس روپے)

مطبع : رانا ارسلان پریس، دربار مارکیٹ، لاہور

ناشر : ادارۂ پاکستان شناسی، ۲۴/۲ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ لاہور- ۵۴۵۰۰ فون: ۷۴۱۴۸۶۲

ڈسٹری بیوٹر

لاہور: اورینٹل پبلی کیشنز، تجمل ٹاور، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور فون: ۷۲۱۳۵۷۸

کراچی: دارالعلوم نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا۔ دستگیر بلاک نمبر ۱۵ فون: ۶۳۲۴۲۳۶

(مقالہ کی مکمل فہرست اندر ملاحظہ کریں)

ناشر کے قلم سے

دنیا کے دوسرے مذاہب کے علماء کے مقابلے میں علمائے اسلام کا کردار اس وجہ سے بڑا ممتاز اور فعال رہا ہے کہ اسلام میں نجی اور اجتماعی زندگی مذہب کے دائرے سے باہر نہیں اور عبادات سے لے کر سیاست و معیشت تک زندگی کا ہر شعبہ، مذہبی قوانین و اصول کے تابع ہے۔ اسلام میں سیاست سیاستدانوں کے لیے اور مذہب علماء کے لیے مختص نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ نہ تو اسلام میں ریاست اور مذہب کے درمیان حدِ فاصل کبھی قائم ہو سکی اور نہ کسی مسلم ملک میں پاپائیت کو رواج مل سکا۔ البتہ مسلم تاریخ کے زمانۂ خلافت کو چھوڑ کر ہر دور میں اقتدار یہ کوشش ضرور کرتا رہا کہ نام نہاد علماء کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اپنے مفادات کو محفوظ و مامون کر لے۔

تاہم ملت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان رہا ہے جب کبھی اسلام کا سفینہ بھنور میں پھنسا باری تعالیٰ نے اس کی سالمیت و حفاظت کا پورا اہتمام کر دیا ــــ اسلام کی چودہ صدیوں میں مختلف فتنے سر اُٹھاتے رہے تو خدا تعالیٰ نے اس کے ازالے کے لیے ایسے مصلحین، مجتہدین اور صلحا بھیجے، جنہوں نے دینِ حق کی سربلندی کے لیے نہ صرف اپنی دماغی صلاحیتوں کو خدمت اسلام میں لگایا بلکہ اپنی جان و مال کی بازی بھی اسی میں لگا دی، ان کی بے لوث خدمت اور خلوص کی بدولت ان کے نام آج بھی تاریخ کے صفحات پر جگمگا رہے ہیں۔

مختلف ادوار میں اُمتِ محمدیہ کو جیسا کہ مختلف چیلنجز کا سامنا رہا ــــ دورِ اکبری کو ہی لیجیے جب مغلیہ عہد میں حکمرانوں اور علماءِ سو کے گٹھ جوڑ سے یہاں اسلام کو جو خطرات لاحق ہوئے ان کا مقابلہ کرنے اور دین میں تحریفیں کر کے اسے ایک نیا دین بنانے کی کوششوں کو ناکام بنانے میں برعظیم کے علمائے برحق نے جو کردار سرانجام دیا وہ مسلم تاریخ میں بے مثال ہے۔

سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد جب یہ علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا اور مسلمانوں

کے لیے زندگی اجیرن ہوگئی تو مسلم دشمن قوتوں کے خلاف پہلا جہاد انہی علماء نے کیا۔ چناں چہ جنگ آزادی سنہ ستاون میں حصہ لینے والے سینکڑوں علماء میں سے چند علماء جیسے مولانا فیض احمد بدیوانی، مولوی رضی اللہ صدیقی، مولانا کفایت علی کافی شہید، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، مفتی صدرؒ الدّین دہلوی، مولانا احمد اللہ شاہ، مفتی عنایت احمد کاکوروی اور علامہ فضل حق خیر آبادی (جن کے اسماء اس تاریخی فہرست میں سب سے نمایاں ہیں) کا تذکرہ 'علماءِ ہند کا شاندار ماضی' کے مؤلف نے بھی کیا ہے، لیکن حُبِ علی سے بہت بڑھ کر بغضِ معاویہ کا شکار بعض قلم کار، تاریخی حقائق کو غلط بیانی اور جھوٹ کی کند چُھری سے ذبح کر کے من پسند تاریخ گھڑنے کا شرم ناک کھیل پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے کھیلتے ہیں اور کوئی ان کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر انہیں اس فعلِ قبیح پر ٹوکتا نظر نہیں آتا۔ تاریخ کے ساتھ ریپ کے مجرموں میں شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء-۱۹۷۵ء) کا نام بہت نمایاں ہے۔ اُن کی ایک واردات نمونۃً ملاحظہ فرمائیں۔

''سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیلؒ شہید کی تحریک کے سب سے بڑے مخالف مولانا فضل حق خیر آبادی (۱۸۶۱ء) ایجنٹ دہلی کے محکمہ میں سرشتہ دار اور دوسرے مخالف مولوی فضل رسول بدایونی (۱۸۷۲ء) بدایون میں کلکٹر کے سرشتہ دار تھے۔ انگریزوں نے ان کے علاوہ اُس وقت کے بعض نامور علماء اور کئی ایک جید فضلاء کو سرکاری خدمات کے لیے حاصل کر لیا۔ ان میں مفتی صدر الدین آزردہ (۱۸۶۸ء) مولوی فضل امام خیر آبادی (۱۸۲۹ء) اور خیر آباد کے علماء کا پورا قبیلہ تھا''۔[1]

دیکھا آپ نے جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے مسلمہ قائد علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے حق ایک بدنامِ زمانہ بلیک میلر صحافی کے قلم کا شکار بن کر غدار ٹھہرے اور اُس کے ممدوح انگریز کے پروردہ ہونے کے باوجود مجاہدین اور شہدا قرار پائے۔

ع: شرم تم کو مگر نہیں آتی

اب زرا آگے چلیئے کہ انگریز سے استخلاص وطن کے لیے جب تحریک خلافت و ترک

[1] شورش کاشمیری، ''تحریک ختم نبوت ۱۸۹۱ء سے ۱۹۷۴ء تک'' لاہور: مطبوعات چٹان، اشاعت اول ۱۹۷۶ء، ص ۱۵

موالات اور ہجرت کی تحریک کا آغاز (ہندو تو یہی چاہتا تھا کہ مسلمان ہندوستان چھوڑ جائیں) ہوتا ہے۔ یہ بڑا پر آشوب اور پرفتن دور تھا[1]، ان تحریکوں کی زمامِ کار مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں تھی اور مسلمانوں کا ملّی وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تو یہاں بھی علماءِ حق نے مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند کی دستگیری فرمائی اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ چناں چہ جہاں انہوں نے مسٹر موہن چندکرم داس گاندھی کی مہاتمائیت کا پردہ چاک کیا نیز اس کی فریب کاری سے اسلامیانِ ہند کو آگاہ کر کے مسلمانوں کو فرنگیوں یا ہندوؤں میں جذب ہونے سے بچانے کی سعی کی وہاں انہوں نے یہ شعور بھی دلایا کہ مسلم قوم اپنا مستقل سیاسی و ملّی وجود رکھتی ہے اور بعدازاں یہی ملّی جذبہ تحریکِ پاکستان میں ممد و معاون ثابت ہوا۔

یہ گزارشات زیرِ قلم تھیں کہ حسنِ اتفاق سے رامپور (بھارت) سے طبع ہونے والے

---

[1] اس نازک دور کی عکاسی اسی زمانہ میں شائع ہونے والی کتاب ''النور'' میں کی گئی ہے جب مدعیانِ اسلام یہ کوشش کر رہے تھے کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عظمت سے کوئی قلبِ مومن خالی نہ رہنے پائے۔ چناں چہ مسلمان لیڈروں کی جانب سے مسٹر گاندھی کو کن کن اور کیسے القاب و خطاب سے نوازا گیا، اس کا تذکرہ پروفیسر سید سلیمان اشرف (م۔۱۹۳۵ء) نے یوں کیا ہے:۔

''کوئی امام مہدی علیہ السلام کا مثیل کہتا ہے کوئی یہ کہتا ہے کہ نبوت اگر ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا یعنی نبوت کے ماتحت جو سب سے بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے کوئی اپنے کو بس رو گاندھی کا کہتا ہے اور اسلام کی نجات کا اسی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔ مسلمان اپنی (اپنے) کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں پڑھتے ہیں پھر بھی عالمِ وجد و تواجد میں آ کر واہ ہمارے لیڈر و شاباش ہمارے لیڈر کی رٹ لگائے جاتے ہیں''۔

جمعیۃ العلماء کے زیرِ اہتمام تحریکِ خلافت کے اجلاسوں میں مسٹر گاندھی کی شرکت روکنے کے لیے سید سلیمان اشرف درد بھرے انداز میں اپیل کرتے ہیں:

''خدا کے لیے یہ مصیبت مسلمانوں پر نہ لائیے کہ جلسہ جمعیۃ العلماء کا منعقد ہو اور مسٹر گاندھی اس میں خطیب و مذکر بن کر علماء اور عامہ مسلمین سے خطاب کرے، جلسہ خلافت و اماکن مقدمہ ہو اور مسٹر گاندھی اس کی صدارت کریں، علماء زیرِ صدارت گاندھی تحریک شرعی پیش کریں۔ لِلّٰہ مسلمانوں کی دینی مجالس کو کفار و مشرکین سے پاک کیجئے''۔

ایک قدیم اخبار ''دبدبۂ سکندری'' کی فائل سے شمارہ نمبر ا جلد ۸۴ مجریہ ۱۷ دسمبر ۱۹۴۵ء نظر سے گزرا۔ مذکورہ شمارہ کے مطابق ۲۱ تا ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء تحریک پاکستان کی حمایت میں خانقاہ رشیدیہ کے وسیع ہال میں بمقام مین پوری اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ''مولانا حافظ قاری نورانی میرٹھی'' (مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی) نے بھی شرکت کی۔

یو۔ پی کے ایک ضلعی ہیڈ کوارٹر مین پوری کے اجلاس میں شرکت کر کے مسلم لیگ کو مضبوط سیاسی جماعت بنانے میں مشورہ دینے کے ساتھ وضاحت کی گئی کہ کانگریس ایک مسلم کش جماعت ہے اور مسلم کشی کے سوا اس کا (کانگریس) کا کوئی مقصد نہیں تھا اور نہ ہے۔ وہ مسلم کش ہندوؤں کی نمائندہ ہے۔ اس کا چند مسلم نما اشخاص کو خرید کر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے قطعی غلط ہے۔ مسلمان ان میں سے کسی کے ساتھ تعاون نہ کریں، کانگریسی چالوں سے ہوشیار رہیں اور کانگریسی امیدوار کو ووٹ دے کر کانگریس کی مراد کو پورا نہ کریں۔

اجلاس میں پاس ہونے والی دوسری قرارداد میں یہ استدعا کی گئی کہ وہ دینی اتحاد کو اپنا نصب العین بنائیں اور طرح طرح کے تفرقوں سے اپنی طاقتوں کو کمزور نہ بنائیں۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ اس دینی محبت کو ترقی دیں اور فرقہ بندی اور انتشار پیدا کرنے والی جماعت بندیوں سے اپنے آپ کو علٰحدہ رکھ کر اپنے وجود کو پنجۂ ظلم کا شکار نہ بنائیں۔

تیسری قرارداد میں یہ طے پایا کہ فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ اور ان کی حمایت اس جلسہ عام کی نظر میں ناحق اور عربوں کے ساتھ بے انصافی ہے۔ مسلمانانِ ہند، یہودیوں کے داخلہ

---

[1] یہ اخبار سنہ ۱۸۶۶ء/۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا، نواب الحاج سر سید کلب علی خاں مرحوم (۲۹ اپریل ۱۸۳۵ء - ۲۲ مارچ ۱۸۸۷ء) کی علمی یادگار اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم (اکثریت) کا ترجمان تھا ــــ مسلم لیگ کے مشن، قائد اعظم کے پیغام اور تحریک پاکستان کی جدوجہد میں بے حد فعال انداز میں شامل رہا، جو کفرستان ہند میں غلبۂ اسلام کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور تمدنی تحریک تھی۔ اس کی ملی خدمات سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء - ۱۹۵۶ء) نے یہ شعر کہا تھا:

جس نے سکھائی ہے ہمیں رسم و رہِ قلندری
ہے وہ صحیفۂ مبیں دبدبۂ سکندری

فلسطین سے اس قدر رنج اور تکلیف محسوس کر رہے ہیں جس سے فلسطینی عرب دو چار ہو رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ کو عربوں کی پوری حمایت کرنا چاہئے۔ (اس سلسلہ میں) امریکہ نے جو پالیسی اختیار کی ہے، نہایت مذموم ہے۔ ہم اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور حکومت برطانیہ سے اس کے ناکام بنانے کی مساعی عمل میں لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

سید سبط الحسن ضیغم کے بقول، انیس (۱۹) سال کی عمر میں متذکرہ بالا اجلاس میں عالم دین کے طور پر شرکت کرنے والے اس ''حافظ وقاری'' نے اجلاس میں منظور کی جانے والی قراردادوں کو اپنے نہاں خانۂ ذہن کا حصہ بنالیا اور جیون بھر اس ڈگر پر چل کر زندگی گزاردی اور تعلیمی استعداد میں بھی اضافہ کرتے رہے اور ہفت لسان بن گئے۔

مولانا شاہ احمد نورانی اس جماعت کے فرد فرید تھے جس نے مطالبۂ پاکستان کی تائید وحمایت میں مسلمانانِ ہند کی ایسی صحیح نباضی اور برمحل رہبری فرمائی کہ سیاسیاتِ ہند کا نقشہ ہی بدل گیا جب کہ جمعیۃ العلماء ہند جہاں اپنی دسیسہ کاریوں کی بدولت عین میدانِ جنگ میں مسلم افواج کے اندر انتشار اور رخنہ اندازی کر کے پانچویں کالم کا کام کر رہی تھی وہاں کانگریس کے ساتھ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کو ناکام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی اور بقول منشی عبدالرحمٰن خاں، برلوں اور ڈالمیوں نے پانی کی طرح روپیہ بہانا شروع کر دیا تھا۔ اس حقیقت کا اعتراف موصوف نے اپنی کتاب ''تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی (صفحہ ۱۱۱ لاہور طبع دوم ۱۹۹۲ء) میں کیا ہے۔

لیکن یہ ایک عجیب حادثہ ہے کہ جہاں جہاد پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں اور علمی محاذ پر نبردآزمائی کرنے والوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا وہاں آج یہ مذموم پراپیگنڈہ بھی جاری ہے کہ علماء اور دینی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالف تھیں۔ چناں چہ گزشتہ دنوں جیو ٹی۔ وی کے پروگرام الف میں عابد حسن منٹو نے اپنے انہی خیالات کا اظہار کیا۔ اسی طرح روزنامہ ''دن'' لاہور، یکم ستمبر ۱۹۹۸ء کے اداریہ میں زیر عنوان ''پارلیمنٹ خدشات کا ازالہ کرے'' لکھتا ہے:۔

''......اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علمائے کرام نے بحیثیت طبقہ کے پاکستان کے قیام کی شدت سے مخالفت کی تھی......''

اخباری دُنیا کے ایک اور صاحب (موسیٰ خان جلالزئی) کی سُنیے جو اپنی کتاب "۷۳ فرقے کیسے بنے؟" (طبع لاہور، فکشن ہاؤس ۱۹۹۶ء) کے صفحہ ۴۳ پر رقم طراز ہیں:۔

"...... مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی جدوجہد شروع کی...... کسی نامور عالم دین اور جماعت نے اس کا ساتھ نہ دیا"۔

اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ مذکورہ دانشور اور ایسے صحافی اور اخبار نویس جنہیں حقائق و معارف کا قطعاً علم نہ ہو، جو نہ صرف تحریکِ پاکستان بلکہ تاریخ صحافت سے ہی بے خبر ہوں، کا اس طرح کی بے سروپا باتیں لکھ کر اپنے قارئین کا دل بہلانا اور مدیرانِ جرائد کی فہرست میں اپنا نام شامل کرنا کہاں کی دیانت ہے۔

آگے جانے سے پہلے (ایک تسلسل کے ساتھ) پھیلائی جانے والی مذکورہ غلط فہمی کا ازالہ کرتا چلوں (جیسا کہ ڈاکٹر وحید قریشی اور پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نے بھی لکھا) کہ نیشنلسٹ علماء کا محور کانگریس کی امداد و اعانت تھا اس سے یہ خیال عام ہوتا گیا کہ علماء نے من حیث الجماعت پاکستان کی کبھی تائید نہیں کی۔ پھر انہی علماء پر جب ڈاکٹر محمد اقبال نے تنقید فرمائی، تو اس کی تعمیم کر کے تمام علماء کو اس میں شامل کر لیا گیا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان بنانے والے علماء حق اور مشائخ عظام اپنے مدارس اور خانقاہوں (نیز تحریک کی قیادت کرنے والے اکابر دینی رہنما جن کا تعلق متحدہ ہندوستان کے اقلیتی صوبوں سے تھا اور جنہوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے پاکستان کے حصول میں مدد کی تھی بھارت میں ہی رہے) میں مصروف عمل ہو گئے اور جس واضح مقصد کے لیے انہوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا وہ مقصد ہی قائداعظم کی وفات کے بعد اقتدار میں آنے والے حکمرانوں (ان میں وہ عناصر بھی شامل تھے جو پاکستان بنتا دیکھ کر راتوں رات مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے) کے پیش نظر نہ رہا اور یہ لوگ کرسی نشینی کی جنگ میں الجھ گئے یہاں تک کہ ۷۰-۱۹۶۹ء کے دوران میں اسلامی نظریاتی مملکت میں دفعتہً سوشلزم جیسے نعرے زور شور سے لگائے جانے لگے، اس نعرہ نے ملک کے ایک حصہ بالخصوص مغربی پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ فروری

۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے ردّ میں پاکستان کے ایک سو پندرہ (۱۱۵) جید علماء کا مطبوعہ اعلان (متفقہ فتویٰ) ـــ ''سوشلزم سے بڑا کوئی فتنہ نہیں، سوشلزم کفر اور سوشلسٹوں کی اعانت حرام ہے'' شائع ہوا۔ فتویٰ پر مولانا شاہ احمد نورانی کے دستخط ثبت ہیں۔ اس دوران متذکرہ فتویٰ کی ضرورت غالباً اس لیے پیش آئی کہ اس وقت میدانِ سیاست میں نظریۂ پاکستان کے حامی علماء کے مقابل بیشتر وہ علماء تھے جنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی نہ صرف سرتوڑ مخالفت کی تھی بلکہ جمعیت العلمائے ہند کے پلیٹ فارم سے ''اشتراکیت'' کے لیے پنڈت جواہر لال نہرو کو وہ ماضی قریب میں بطور سمبل پیش کر چکے تھے۔

اندریں صورت حال جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین نے ملک کے طول و عرض میں دورے کر کے سوشلزم اور دیگر لادینی نظریات کے آگے بند باندھا۔ نیز ۱۹۷۰ء میں جمعیت کے پلیٹ فارم سے براہِ راست انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تا کہ اس کے نمائندے اسمبلی میں پہنچ کر نظام مصطفےٰ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس وقت ملک کے صدر یحییٰ خاں (۲۵ر مارچ ۱۹۶۹ء-۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء) تھے، وطن عزیز خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ مشرقی پاکستان میں علٰحدگی کی تحریک چل رہی تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، تو انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اس کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے وقف کر دیں بالخصوص مشرقی اور مغربی پاکستان میں اتحاد کا رشتہ قائم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ اس وقت حالات کس ڈگر پر جا رہے تھے اس کا کچھ اندازہ مولانا شاہ احمد نورانی (اعلی اللہ مقامہٗ) کی اس تفصیلی یادداشت سے ہو جاتا ہے، جس کا ذکر انہوں نے بحیثیت پارلیمانی پارٹی لیڈر جے۔ یو۔ پی، صدر یحییٰ کے نام اپنی اپیل میں کیا۔ اس یادداشت کا مکمل متن روزنامہ ''جاوداں'' لاہور مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا تھا، اس سے بعض اقتباسات آئندہ سطور میں درج کئے جا رہے ہیں جس سے جہاں اس وقت کی بعض اہم سیاسی جماعتوں کا کردار وا ہوتا ہے وہاں پاکستان کے قیام کا مقصد حقیقی بھی مترشح ہو جاتا ہے۔ محولہ اخبار سے ملاحظہ ہوں چند اقتباسات:

''پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی نظام کا نفاذ تھا۔ اسلام کو مکمل نظامِ حیات سمجھ کر ہی پاکستان کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی بار بار اپنے اسی موقف کا اعادہ کیا اور اب بھی اگر ہم راہِ نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو صرف اسلام کے اعلیٰ اصول ہی ہمیں سچائی اور صداقت کی روشنی بخش سکتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی ہمارے عزم، اتحاد اور ولولہ کے پس پشت کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کارفرما تھا اور اب بھی ہم اسی کلمہ کا سہارا لے کر میدانِ جنگ میں سرخرو ہو سکتے ہیں''۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی یادداشت میں پاکستان میں لادینی تحریکوں پر بذریعہ آرڈیننس پابندی لگانے کے مطالبہ کے ساتھ پاکستان کی سالمیت کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا ذکر کیا، آپ نے کہا:۔

''اس ملک میں تمام لادینی تحریکات بشمول سوشلزم، کمیونزم، کیپٹلزم اور فاشزم وغیرہ کو ممنوع اور غیر قانونی قرار دیا جائے۔ یہ امر اس لیے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اتحاد، یگانگت کا واحد رشتہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ سابقہ حکومتوں کے دور میں اسی رشتہ کو کمزور کر دیا گیا جس کے باعث مشرقی پاکستان میں شعائر اسلام کی بے حرمتی کی گئی، پاکستان کے پرچم کو جلانے کا مکروہ فعل انجام دیا گیا، قائد اعظم کی تصویریں پھاڑی گئیں اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں کی گئیں اور مغربی پاکستان میں انتخابات سے قبل اسی سبب لاہور اور ملتان میں قرآن مجید کے نسخے نذر آتش کیے گئے۔ کراچی کی سڑکوں پر اسلام مردہ باد کا نعرہ لگایا گیا (نعوذ باللہ) جامعہ سندھ میں علامہ اقبال کی تصویریں پھاڑی گئیں اور علماءِ دین اور اسلامی نظام کا نام لینے والوں کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم چلائی گئی''۔

متذکرہ نازک بحران (جب کہ پاکستان کو بھارتی جارحیت کا خطرہ لاحق تھا) سے نمٹنے اور

دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاں آپ نے قوم کو متحد ہونے کی ضرورت پر زور دیا وہیں صدر یحییٰ کے نام مذکورہ بالا یادداشت (یعنی دوسرے تاکیدی خط میں) بھارت کے توسیع پسندانہ اقدامات کو ناکام بنانے کے لیے پاکستان کی مسلح افواج میں ۱۹۶۵ء کے جذبۂ جہاد کو بیدار کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے مولانا نے لکھا:۔

''......قیام پاکستان کے بعد سے آج تک بھارت نے ہمارے وجود کو تسلیم نہیں کیا اور ہمیشہ ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش میں مصروف رہا۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی بہادر افواج اور جہاد کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں کے ہاتھوں سے اسے منہ کی کھانا پڑی اور اسی لیے وہ اب سازشوں پر اُتر آیا ہے۔ نام نہاد بنگلہ دیش کی آزاد ریاست کے بارے میں اس کا پروپیگنڈہ اور مشرقی پاکستان میں مسلح شر پسندوں کو داخل کرنے کے اقدامات اس کے جارحانہ عزائم کی کھلی دلیل ہیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں پوری قوم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح سلہٹ سے کراچی اور پشاور سے چاٹگام تک متحد ہے اور جذبۂ جہاد سے بھرپور اور سرشار ہے اور اس امر کے لیے تیار ہے کہ بھارت کو ایک بار پھر عبرتناک اور شرمناک شکست سے دوچار کر سکے۔ علماء یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح نقطۂ نگاہ بلکہ شرعی نقطۂ نگاہ سے بھی ہمیں بھارت کے خلاف اعلان جہاد کر دینا چاہئے اور اس ضمن میں آپ (یعنی صدر پاکستان) کی جانب سے کئے گئے ایک معمولی سے اشارہ پر جمعیت علماء پاکستان کے دس لاکھ اراکین اسلام کی سربلندی، ملک کی سالمیت، استحکام اور بھارتی جارحیت کے منہ توڑ مقابلے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں اور ہر قربانی دے سکتے ہیں''۔

مولانا کی دلی آرزو تھی کہ مشرقی پاکستان پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے پائے اور اس کے دونوں حصے آپس میں متحد رہیں، لیکن بدقسمتی سے اس وقت یحییٰ خاں، مجیب الرحمٰن، ذوالفقار علی بھٹو اور امریکہ کا سیاسی محور ایک ہی تھا کہ مشرقی پاکستان کو الگ کر کے بھارت کو بالادستی بخشی جائے مگر جو

لوگ اس راہ میں مزاحم ہوئے اُن میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی شامل تھے اور مشرقی اور مغربی پاکستان کو متحد رکھنے کے لیے ہر حکومتی اور سیاسی سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

فاضلہ مقالہ نگار سعدیہ اختر نے مولانا کی دینی خدمات کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے مولانا عبدالحامد بدایونی (م۔۱۹۷۰ء) کی قیادت میں جولائی ۱۹۵۷ء میں سوویت یونین کے دورہ پر جانے والے جمعیت علماء پاکستان کے وفد کا ذکر کیا ہے۔ اراکین وفد میں مولانا شاہ احمد نورانی اور ان کے بڑے بھائی مولانا شاہ محمد جیلانی صدیقی (م۔۶/اپریل ۱۹۹۵ء) کے علاوہ سید عبدالمنعم عددی، وزارت خارجہ سے مسٹر راغب احسن (۱۹۰۵ء-۱۹۷۵ء) اور عبدالوہاب (نواکھلی، مشرقی پاکستان) بھی شامل تھے۔ نیز سید افتخار علی ڈپٹی سکریٹری بحیثیت افسر رابطہ زبردستی شامل کر دیئے تھے تاکہ امریکی مفادات کی نگرانی ہو سکے۔ حال آں کہ مذکورہ دورہ کی دعوت جمعیت علماء پاکستان کو دی گئی تھی۔

روس کے اس دورہ میں نوعمری کے باوصف مولانا نورانی کی صلاحیتوں سے مولانا بدایونی نے بھرپور استفادہ فرمایا۔ انگریزی زبان پر عبور کے باعث روسی زعماء سے گفتگو کے لیے آپ ہی وفد کے قائد کے ترجمان کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ یہی نہیں سرکاری ارکان کی عربی سے عدم واقفیت کی بدولت عرب ممالک میں ان کی ترجمانی بھی مولانا نورانی ہی فرماتے رہے۔ یہ الگ بات کہ یہ سرکاری نمایندے مولانا کی ان خدمات کے باوجود دونوں بھائیوں کی کم عمری کا بہانہ رکھ کران کی وفد میں شمولیت پر خاصے معترض تھے۔ چناں چہ اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالحامد بدیوانی نے اپنے سفرنامہ ''تاثرات روس'' (مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء) میں بعض حقائق سے پردہ اُٹھاتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''راغب صاحب کی پوری عمر میں یہ پہلا سفر تھا جو انہوں نے فرمایا۔ ابتدائی سفروں میں زیادہ تر وہ بیمار رہے۔ اس قدر طویل دورے میں صرف ایک بار طاشقند (تاشقند) میں ایسی شاندار تقریر فرمائی کہ پاکستان کے سرکاری نمایندے مسٹر افتخار نے بھی اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ شکوا کرتے ہیں کہ جمعیۃ کے وفد میں دو نوجوان لڑکے

سِیرُوا فِی الْاَرْضِ

تاثراتِ رُوس

روس۔ لندن۔ سوئزرلینڈ۔ دمشق۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ

کے حالات کا مجموعہ

مرتبہ

حضرت علامہ الحاج شاہ مولانا محمد عبدالحامد صاحب قادری بدایونی

صدر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان قائدِ وفد

شائع کنندگان

(مولانا) شاہ احمد نورانی صدیقی القادری (مولانا) محمد جیلانی صدیقی القادری

ناظمانِ مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان

دفتر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان ۲۱۲ پیرالٰہی بخش کالونی۔ کراچی

قیمت تین روپیے آٹھ آنے

رسالہ تاثراتِ رُوس، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۶ء کے بیرونی سرورق کا عکس

مولانا نورانی میاں اور مولانا جیلانی میاں کو کیوں لیا گیا۔ یہ وہی لڑکے تھے جو از اوّل تا آخر آپ کے ترجمان بنتے تھے۔ دورۂ روس کے بعد (یہاں یہ امر واضح رہے کہ سوویت یونین سے ہوتا ہوا یہ وفد لندن، سوئزرلینڈ، دمشق اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بھی گیا تھا) جناب (راغب صاحب) ایک لفظ عربی بولنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے، نورانی میاں ہی حضرت کی ساری ضروریات پوری کراتے اور آپ کے مفہوم کو پیش کرتے تھے''۔

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات عیاں ہے کہ اوائل ہی سے مولانا شاہ احمد نورانی اپنا مقام پیدا کر چکے تھے۔ تاہم ان کے اصل جوہر قومی سیاست میں کھلے، جب یحییٰ خاں نے الیکشن کرائے ـــــ انتخاب جیتنے والوں میں نورانی میاں بھی شامل تھے۔

مولانا نورانی کی سربراہی سے قبل جمعیت علماء پاکستان کے بعض رہنماؤں کو مسلم لیگی ہونے کی وجہ سے اور جمعیت کے ایک گروپ جس کی قیادت صاحبزادہ فیض الحسن (۱۹۱۱ء۔۱۹۸۴ء) آف آلومہار شریف کررہے تھے کو حکومت کا غیر معمولی قرب حاصل تھا مگر مولانا شاہ احمد نورانی ان کے ہم نوا نہ بن سکے اور ایک بے لاگ و دوٹوک موقف کا علم بلند کیا۔

انہوں نے درباری مشائخ اور علماء کے اس روایتی کردار کو سختی سے مسترد کیا جو ہر حکومت کی حمایت پر مبنی تھا، انہوں نے اصولی اختلاف کا کٹھن راستہ اختیار کیا اور جمعیت العلماء پاکستان کو ملکی سیاست میں ایک ممتاز مقام دلایا۔

۱۹۷۷ء میں ان کی جماعت نو (۹) سیاسی جماعتوں کے اتحاد پر مشتمل پاکستان قومی اتحاد کی اہم ترین رکن تھی، اس اتحاد کی تشکیل میں مولانا نورانی نے نمایاں کردار ادا کیا تھا، قومی اتحاد کو نظام مصطفٰے کا نعرہ بھی نورانی میاں نے ہی دیا جو اس تحریک میں خاص و عام کی زبان پر تھا۔ جولائی ۱۹۷۷ء میں مارشل لا لگ گیا تو مولانا شاہ احمد نورانی نے فوجی حکومت کے پلڑے میں اپنا وزن ڈالنے سے انکار کردیا۔ انہوں نے تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خاں کے ہمراہ اپنی اتحادی سیاسی جماعتوں سے الگ راہ اپنائی اور فیصلہ کیا کہ جس طرح ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری آمریت

کے خلاف نبرد آزما رہے تھے، اسی طرح جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریت کے خلاف بھی ڈٹے رہیں گے۔ قومی اتحاد کی دیگر جماعتوں کے برعکس انہوں نے جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں شمولیت قبول نہیں کی۔ پروفیسر غفور احمد نے برملا اِس کا اعتراف کیا کہ ہمارا (قومی اتحاد کا) ضیاء الحق کی حکومت میں شامل ہونا سنگین غلطی تھی۔

دسمبر ۱۹۸۴ء میں ہونے والے نام نہاد ریفرنڈم اور فروری ۱۹۸۵ء میں جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخاب کا بائیکاٹ کیا البتہ نومبر ۱۹۸۸ء اور اکتوبر ۱۹۹۰ء میں قومی اسمبلی کے لیے انتخاب میں حصہ لیا۔ ۱۹۹۰ء میں کراچی کے ساتھ ساتھ مظفر گڑھ سے بھی انتخاب لڑا۔

ضیاء الحق کے دور (جولائی ۱۹۷۷ء۔ اگست ۱۹۸۸ء) میں ان کے بہت سے ساتھی، حاجی حنیف طیب، ظہور الحسن بھوپالی، مولانا عبد المصطفیٰ ازہری وغیرہ ان کو چھوڑ گئے۔ جب اخبار نویس ان سے اس بارے میں دریافت کرتے تو کہتے۔

> ہماری منزل نفاذ اسلام تھی۔ ہمارے کچھ ساتھی سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکے اور اسلام آباد کے اسٹیشن پر اتر گئے۔ بحمد اللہ ہمارا سفر جاری ہے۔

اس ''حادثہ'' پر اس سے بہتر، بھرپور اور جاندار تبصرہ شاید ممکن نہ تھا۔ غیر جانبدار مبصرین اور مفکرین نے مولانا نورانی کی استقامت اور ساتھیوں کی بے وفائی پر جو بے لاگ آراء دی ہیں، اُن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا یہ مختصر جملہ کہ ''ان (حضرات) کو سبز باغ دکھا کر راستہ سے ہٹایا گیا'' — نمایندہ ترین رائے کہلانے کی مستحق ہے۔

حافظ بشارت چودھری کے بقول...... ''پنجاب میں ان کی جماعت کو دوسرا دھچکا اس وقت لگا جب ان کے دیرینہ رفیق مولانا عبد الستار نیازی فروری ۱۹۹۰ء میں حلقہ ۹۹ کے ضمنی انتخاب کے موقع پر ان سے الگ ہو گئے اور نواز شریف کی مسلم لیگ کے اتحادی بن گئے''۔ مولانا نیازی یوں انتہائے سادگی میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے نفاذ شریعت کی آس لگا بیٹھے، انہوں نے نواز شریف کے ہاتھ مضبوط کیے، لیکن نواز شریف نے انہیں مسلسل مایوس کیا۔ مولانا نیازی نے اپنے دامن پر نواز شریف کے ساتھ ''معاہدے کا داغ'' بھی جھیلا، لیکن خیر اور بھلائی کا ایک ذرّہ بھی ان کے ہاتھ

نہ آیا، بلکہ اس ''سودے'' میں عملاً وہ عمر بھر کی کمائی بھی گنوا بیٹھے۔سوادِاعظم کو جماعتی سطح پر ہی نہیں، پاکستان میں نفاذ اسلام کے عظیم مقصد کو زبردست نقصان پہنچا۔مرحوم اظہر سہیل (م۔۱۹۹۹ء) نے اپنی کتاب ''سازشوں کا دور'' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء میں اس کا ذکر کیا ہے۔

سازشوں کا دور

اظہر سہیل



فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور ۔ راولپنڈی ۔ کراچی

عکس سرورق :
کتاب "سازشوں کا دَوْر" لاہور : طبع اوّل ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۹۰-۲-۱۲ کو قومی اسمبلی کے حلقہ ۹۹ کے ضمنی انتخاب میں جمعیت علماء پاکستان کے نامزد امیدوار مولانا عبدالغفور انوری صاحب نے اسلامی ذہن اور نظریہ کے حامل ووٹروں کی تقسیم سے بچنے کیلئے الیکشن سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مستحسن فیصلہ اور نیک جذبہ کی قدردانی کرتے ہوئے ہم جمعیت علماء پاکستان کو سینیٹ میں ایک نشست پیش کرتے ہیں اور ۱۲ مارچ ۱۹۹۰ء [illegible] سے قبل سینیٹ کی ایک نشست خالی کروا کر اس پر جمعیت علماء پاکستان کے نامزد امیدوار کو منتخب کروانے کے ذمہ دار ہوں گے۔

نیز مسلک اہلسنت کی ترویج و ترقی، پاکستان میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر جمعیت علماء پاکستان کی وساطت سے ایک عظیم الشان دینی مرکز اور دارالعلوم کے قیام کے لئے اراضی فراہم کرنے اور تعمیر کا انتظام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اور ذمہ داری لیتے ہیں۔ نیز صوبہ پنجاب میں اوقاف کے انتظام و انصرام کیلئے ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی جائے گی جس میں کم از کم تین ارکان جمعیت علماء پاکستان کے نامزد کردہ ہوں گے۔

[illegible]

(میاں نواز شریف صاحب) (مولانا محمد عبدالستار خان نیازی صاحب) (پیر سید برکات احمد صاحب)

(صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب) (میاں شہباز شریف صاحب) (چوہدری شجاعت حسین صاحب)

(محمد سعید اسعدی) (غلام حیدر وائیں صاحب)

مبینہ انتخابی بدعنوانی اور کرپشن کی دستاویز جو ڈاکٹر شیر افگن کے ریفرنس کا باعث بن گئی

۱۲ فروری ۱۹۹۰ ——

"سازشوں کا دور" کے صفحہ ۱۷۷ کا عکس

اگر چہ قوموں اور گروہوں کی سیاسی، معاشی اور مذہبی کشمکش میں یہ آئے دن ہوتا رہتا ہے کہ ایک قوم کا لیڈر ایک وقت میں دوسری قوم سے ایک معاہدہ کرتا ہے اور دوسرے وقت میں محض اپنے قومی مفاد کی خاطر یا تو اسے علانیہ توڑ دیتا ہے یا در پردہ اس کی خلاف ورزی کر کے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے۔ یہ حرکتیں ایسے ایسے لوگ تک کر گزرتے ہیں جو اپنی زندگی میں بڑے راست باز ہوتے ہیں اور ان حرکتوں پر صرف یہی نہیں ان کی پوری قوم میں سے ملامت کی کوئی آواز نہیں اُٹھتی، بلکہ ہر طرف سے اُن کی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے اور اس طرح کی چال بازیوں کو اگر چہ ڈپلومیسی کا کمال سمجھا جاتا ہے، لیکن واضح رہے کسی فریق کی عہد شکنی درحقیقت دنیا میں سب سے بڑھ کر موجب فساد ہوتی ہے۔ اسی لیے سرکشی اور فتنہ وفساد کو قتل سے بڑھ کے جرم قرار دیا گیا ہے۔

متذکرہ بالا اقدام جمعیۃ العلماء کے بعض کوتاہ بیں رہنماؤں کے قدوقامت، دعاویٰ اور جمعیت کے معیار ومقام سے بہت چھوٹا تھا، تاہم مولانا شاہ احمد نورانی اپنی پختگی ایمان اور بلندیِ کردار کی بدولت اس بلا سے دور رہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد ان کے شامل حال رہی۔ غرض کہ مولانا نے اپنی حمیّتِ دین، فضیلت علم، اصابتِ فکر اور ستودگیِ سیرت سے حقیقی جمعیت العلماء کو سربلند رکھا اور خود بھی سرفراز رہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے زیر عنوان مولانا نورانی کے کردار کو سراہتے ہوئے اے۔ ایم۔ راٹھور لکھتے ہیں:۔

> ''قائداعظم اور تحریک پاکستان کا ساتھ دینے والے علماء نے یہ جماعت قائم کی تھی۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں تنہا حصہ لیا، لیکن اس جماعت کے موجودہ سربراہ شاہ احمد نورانی نے جب سے اس جماعت کی صدارت سنبھالی ہے انتہائی متحرک رول ادا کیا ہے۔ انہوں نے آئین کی تیاری، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفےٰ (کے حق میں) اور جنرل ضیاء الحق، نواز شریف اور بے نظیر کی لوٹ مار اور کرپشن کی حکومتوں کے خلاف جان دار کردار ادا کیا ہے''۔[۱]

بعد ازاں ''اصول پرست سیاست دان'' کی سُرخی قائم کر کے اے۔ ایم۔ راٹھور

[۱] اے۔ ایم۔ راٹھور: ''ملک لوٹنے والے چہرے''۔ شائع کردہ نوری بک ڈپو، فیصل آباد، طبع اول ۱۹۹۶ء۔ ص ۲۹، ۳۰

ملکِ عزیز کے چند ایمان دار، شریف النفس اور اصول پرست سیاست دانوں کے کرداروں کو واضح کر کے یُوں اظہار خیال کرتے ہیں:۔

''جمعیت العلمائے پاکستان کے علامہ شاہ احمد نورانی بھی انہی لوگوں میں سرفہرست ہیں جن کو بڑے بڑے عہدوں کا لالچ بھی کبھی اپنے مقاصد سے متزلزل نہ کر سکا۔ ان کی پارٹی کے ارکان وقتاً فوقتاً حکومتی مراعات اور وزارتوں وغیرہ کے چکر میں جماعت کو چھوڑتے رہے ہیں حتیٰ کہ جماعت کا ایک بڑا گروپ (نیازی گروپ) علٰحدہ ہو گیا، لیکن مولانا نے اپنے اصولی موقف کو نہ چھوڑا۔ پلاٹوں کی سیاست اور لوٹ مار کی دوسری اقسام سے مولانا نے اپنا دامن بچائے رکھا''۔ [۱]

یہی راٹھور صاحب مزید فرماتے ہیں:

''قائداعظم کے ساتھی مولانا عبدالستار نیازی جو تحریک پاکستان سے لے کر اب تک ہمیشہ ہر آمر (آمرانہ) حکومت کے خلاف لڑے اور شریعت کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے......۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں مرکزی لیڈروں میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن انہوں نے بھی نواز شریف کا دامن ایسے پکڑا کہ آخر دم تک ساتھ نبھا رہے ہیں۔ نواز شریف نے شریعت کے نفاذ کا جھوٹا نعرہ لگا کر مولانا صاحب کو فریب دیئے رکھا۔ مذہبی امور کی وزارت بھی دی، لیکن نواز شریف نے اپنے دور میں اسلام کے لیے کیا کچھ کیا مولانا نے اس پر مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ دوسری مذہبی جماعتوں کے ساتھ مل کر اسلامی نظام کے لیے تحریک چلانے کی بجائے اپنی جماعت کے لیے ایم۔ این۔ اے اور ایم۔ پی۔ اے کی سیٹیں لینے کا ہی سمجھوتہ کیا۔ نواز شریف دور میں جو لوٹ مار ہوئی اس پر مولانا صاحب ان کی جماعت کے لیڈروں اور ایم۔ این۔ اے، ایم۔ پی۔ ایز نے مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ اس

---

[۱] اے۔ ایم۔ راٹھور۔ ''ملک لوٹنے والے چہرے''۔ نوری بک ڈپو، فیصل آباد بار اول ۱۹۹۶ء، ص ۳۰ اور ۳۱

جماعت کے جنرل سیکرٹری حاجی حنیف طیب بھی غیر جماعتی الیکشن میں جنرل ضیاء الحق اور محمد خان جونیجو کی کابینہ میں مرکزی وزارت پر فائز رہے ہیں، لیکن دونوں سربراہوں کی لوٹ مار میں خاموشی ہی اختیار کیے رکھی''۔ [1]

بعض مصالح کی بنا پر جدید ایڈیشن سے مذکورہ حقائق حذف کر دیے گئے ہیں۔ راقم نے جب فاضل مصنف سے دریافت کیا تو انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ـــــ فیا للعجب!! بدقسمتی سے ہمارے مذہبی حلقوں میں تاریخ پر کام کرنے کا رواج نہیں ہے۔ تاریخی واقعات اس لیے بیان کیے جاتے ہیں کہ ماضی کی غلطیوں سے بچا جا سکے اور آئندہ کے لیے صحیح خطوط پر گامزن ہو کر استقبال کو سنوارا جا سکے۔ ڈاکٹر محمد باقر (۱۹۱۰ء-۱۹۹۳ء) کے بقول ـــــ آج جب کہ پاکستان کے عوام کو علم سے بے بہرہ رکھا جا رہا ہے اور افتراق و انتشار کے عالم میں جماعت کا تصور کاملاً دھندلا دیا گیا ہے [2]۔ افسوس کہ جمعیت العلماء میں صاحب اغراض بندوں نے اپنے الگ الگ جتھے باندھ رکھے ہیں ـــــ مسند ارشاد پر فائز اہل علم اور سجادگان بمصداق ع ''کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے'' سے بے نیاز اپنے ''مشاغل'' میں مصروف اور منزل سے ہی بے خبر کہ ـــــ اہل حق را زندگی از قوت است کا فلسفہ بھول کر مکر و فسوں میں گرفتار ہیں اور ان کی شناخت محض اپنے اپنے گروپ ہیں کیوں کہ بقول حکیم یوسف حسن (مرحوم) مدیر ماہنامہ ''نیرنگِ خیال'' (۱۸۹۲ء-۱۹۸۱ء) ـــــ ہر قوم میں چند افراد ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے عادی ہوتے ہیں۔ بعض لوگ جو علٰحدہ جماعت بنا بیٹھتے ہیں، تو اس کی انفرادیت قائم رکھنے کی ضد کیے علٰحدہ بیٹھے رہتے ہیں۔ اس ہٹ دھرمی اور ضد (کاش وہ سمجھتے مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن پھوٹ اور نفاق ہے) میں کیسے کیسے بلند پایہ لوگوں نے اپنی متاع دین و دانش لٹا دی اِس کا جواب ماضی قریب کی تاریخ سے پوچھیے اور عبرت حاصل کیجیے۔

معروف کالم نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل نیازی نے ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۳ء کے روزنامہ

---

[1] ملک لوٹنے والے چہرے مصنفہ اے۔ ایم۔ راٹھور، اشاعت اول دسمبر ۱۹۹۱ء، طیب اقبال پرنٹرز، لاہور۔ ص ۲۸

[2] یاد رہے کہ ڈاکٹر باقر مرحوم نے ان خیالات کا اظہار راقم کے نام اپنے ایک مکتوب محررہ ۲۰ر مارچ ۱۹۸۸ء میں کیا تھا جو ہنوز محفوظ ہے۔

''دن'' لاہور میں مذکورہ پس منظر میں جو مضمون لکھا تھا اس کا ایک پیراگراف نقل کیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

''ان لمحوں کی جانی پہچانی اور انجانی کیفیت میرے دل میں تڑپتی ہے جب مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی ساتھ ساتھ تھے۔ یک جا تھے بلکہ ایک جان تھے۔ پھر وہ جیتے جی بچھڑ گئے۔ عجیب بات ہے کہ اس سانحہ میں نقصان صرف مولانا نیازی کا ہوا وہ یوسف بے کارواں ہو گئے۔ وہ مولانا نورانی سے نہ بچھڑتے تو شاید ایک بے حقیقت وزارت قبول نہ کرتے اور اپنی حقیقت کو خاک میں ملتی ہوئی حکایت نہ بناتے۔

مولانا نیازی سے یہ اقدام عزیز اور ساتھیوں نے کرایا اور انہیں خبر تھی کہ یہ اسلامیان پاکستان پر ظلم ہوا ہے اور خود مولانا نیازی پر بھی۔ اتنی بڑی شخصیت اپنا دبدبہ گنوا بیٹھی اپنا ماضی مٹی میں ملا بیٹھی اور اپنا مستقبل تاریکیوں میں اڑا بیٹھی۔ مَیں نے محسوس کیا کہ مولانا نیازی بے یارومددگار ہو گئے تھے۔ جن عزیزوں کے گھر میں ان کی زندگی گزری وہی ان سے بیزار ہو گئے۔ ایک گہری شرمندگی پوری زندگی پر چھا گئی۔ ان ہی لوگوں کے لیے انہوں نے جمعیت علمائے پاکستان کو دو ٹکڑے کیا۔ پھر ان کی آدھی ادھوری جمعیت ادھ موئی ہو گئی، ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مولانا کی جمعیت قائم رہی۔ جمعیت تھی بھی وہی جس کے سربراہ مولانا نورانی تھے۔ جیسے پیپلز پارٹی وہی ہے جو بھٹو اور بھٹو کی بیٹی کی پارٹی ہے۔ اب کہاں ہے مولانا عبدالستار خان نیازی کی جمعیت؟ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا نورانی ہوئے اور وہی پاکستان کے سارے علماء کے سربراہ ہوئے۔ وہ پاکستان میں علماء کے وقار اور اتحاد کی علامت تھے''۔

مولانا عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔۲۰۰۱ء) بلند پایہ مفکر تھے، تحریر وتقریر میں ''علمۂ البیان'' کی نعمت سے سرفراز تھے۔ مولانا غلام مرشد (۱۸۹۵ء۔۱۹۷۹ء) خطیب بادشاہی مسجد کے

تلمیذ تھے، اسلامیہ کالج لاہور میں اواخر ۱۹۴۲ء تا جولائی ۱۹۴۶ء ڈین آف اسلامک اسٹڈیز رہے، فاضلِ ہند مولوی محمد ابراہیم علی چشتی ''مفکر'' (۱۹۱۷ء-۱۹۶۸ء) کی بھی صحبتیں اُٹھائیں۔ مولانا نیازی نے سوادِ اعظم کو جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم سے ملک کی سیاسی قوت بنانے کی سعی کی اور خود بھی اپنا مقام متعین کیا۔ اپنی تالیف 'نعرۂ حق' (۱۹۷۶ء) میں اتحاد بین المسلمین کے لیے اسلامی شریعت، اسلامی معیشت اور اسلامی معاشرت کے رہنما اصول پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ ملوکیت، لادینیت اور غیر اسلامی نظام ہائے سیاست کو بدلنے کے لیے اپنے رسالہ ''تحریکِ خلافت پاکستان'' (۱۹۷۰ء) میں امتناعِ فرعونیت (شرک اور ظلم کی ممانعت)، امتناعِ قارونیت (ظلم اور استحصال کی ممانعت) اور امتناعِ یزیدیت (تلبیسِ دین اور منافقت کی ممانعت) کے لیے سہ گانہ اصول کی وضاحت کی، لیکن عمر کے آخری حصے میں غلط کار مشیروں کی بدولت 'قرب سلطاں آتش سوزاں بود' کی بھینٹ چڑھ گئے، جس پر جہاں مسلمانوں کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے والے خوش ہوئے وہیں مولوی اور مفتی جو اعتصام بحبل اللہ اور ید اللہ علی الجماعہ کے تصور ہی سے عاری تھے پیچھے نہ رہے کیوں کہ اب ان کو جنرل ضیاء الحق کے قائم کردہ بیت المال سے براہ راست مستفید ہونے کا موقع میسر آ گیا۔ اس سلسلہ میں ۲۲ر مارچ ۱۹۹۰ء کو انہوں نے لاہور کی ایک درس گاہ میں تقریب کا انعقاد کیا اور جمعیۃ العلماء کے دولخت ہونے پر خوشی کا اظہار کیا اور مولانا نیازی کی تحسین کی۔

مرحوم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (۱۹۱۶ء-۱۹۹۵ء) نے لکھا ہے۔ یہ عالم نہیں علم کے بیوپاری بلکہ بنجارے ہیں جن لوگوں کا کام درس و تدریس اور تعلیم و تحقیق ہے وہ جوڑ توڑ میں زیادہ لگے رہتے ہیں[1]۔ راقم حروف کو ابھی تک وہ منظر یاد ہے ۱۹۹۳ء میں جب لاہور میں الیکشن کمپین کے سلسلہ میں پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم کا جلسہ تھا۔ تنظیم المدارس پاکستان کے علماءِ کرام جمع تھے۔ جلسہ کی غرض و غایت، ناظمین مدارس کی طرف سے وزیر اعظم ممدوح کی حمایت کرنا تھا۔

ان علماء کے ہاں کوئی قد آور شخصیت نہ تھی اس لیے وہ اپنے بونا قدوں کو اونچا کرنے اور

---

[1] روزنامہ جسارت کراچی، ۲۰ر جون ۱۹۸۰ء زیر عنوان: ''رفت و بود''

مطلب برآری کے لیے مولاناؔ نیازی کی پشت پر آ گئے۔ دوسری طرف مولانا نیازی نے اپنے ادھ موادھڑے کو تقویت دینے کے لیے عواقب کی پروا کئے بغیر ایسے لوگوں کو بھی ساتھ ملایا جن کو یقیناً وہ خائن اور بدکردار گردانتے تھے اور ان کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ یہ سب لوگ قائد ملّتِ اسلامیہ مجاہد کبیر علامہ شاہ احمد نورانی (نور اللہ مرقدہٗ) کی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر سوادِ اعظم کا شیرزاہ بکھیرنے پر تل گئے اور قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند کا مصداق ٹھہرے۔ ان علماء (جن میں کچھ غیر مولوی عنصر بھی شامل ہو گیا) نے ملک کے آیندہ منتخب ہونے والے وزیر اعظم سے معانقہ ــــ ''تعاون برائے شریعت بل'' کے نام پر کیا!!!

ہم کہ ــــ خطائے بزرگاں گرفتن خطاست ــــ کے قائل اور بوجوہ علماء و مشائخ کے بہر حال نیاز مند ہیں، اپنے قلم کو حدود کے اندر رکھنے پر مجبور ہیں۔ مگر عام مورّخ خاصا بے رحم اور جذبات سے عاری سمجھا جاتا ہے۔ ایک غیر جانب دار مورّخ واقعات کو کس انداز سے دیکھتا ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

> ''مگر مورّخ کا حقیقت پسند قلم جب تاریخ کے صفحات پر رواں ہوتا ہے تو ان کے لُولے لنگڑے اور مفاد پرستانہ جوازات کو مسترد کر دیتا ہے اور تاریخ میں ان کی بے غیرتی اور غدّاری کی داستانیں ہی نمایاں طور پر رقم ہوتی ہیں۔ مورّخ یہ کم ہی لکھتا ہے کہ اپنی غداری اور بغاوت میں کوئی فتنہ گر کتنا سچا تھا۔ وہ تو بس قوم فروشی اور بے ضمیری کا لیبل ہر غدّار کے ماتھے پر چپکا دیتا ہے، جسے خوف جرم سے رعشہ زدہ عذر جویانہ ہاتھ کبھی نہیں اُتار سکتے''۔ [۱]

مفاد پرست اور ابن الوقت عناصر مولانا نیازی مرحوم کے چھتر تلے اپنے کو ایک قوت سمجھنے لگے جو محض سراب تھا۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں جونہی مولانا کی وزارت رخصت ہوئی، ان لوگوں نے انہیں یک و تنہا چھوڑ دیا (کہ سوادِ اعظم کی جماعتی قوت کو توڑنے کا مشن پورا ہو چکا تھا)۔ مولانا نیازی کے نامزد کردہ جنرل سیکریٹری نے خود مولانا کو صدارت سے معزول کر کے اپنی متوازی

[۱] منور علی چودھری، مضمون ''دشمن کے ایجنٹوں سے خبردار رہیں'' مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور: ۱۰ر فروری ۱۹۸۰ء

جمعیت قائم کر لی۔اسی طرح ایک دوسرے عہدہ دار نے مولانا کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے اپنی منڈلی کو ''نفاذ شریعت'' کا پُرفریب نعرہ دیا۔ یہ الگ بات کہ لوگ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔

شاید یہ اچھا ہی ہوا کہ مولانا نیازی مرحوم ومغفور کی قد آور شخصیت جن مکّار وعیار لوگوں کے شاطرانہ کھیل کا شکار ہوئی، وہ اُن کے کوچۂ اقتدار سے نکلتے ہی اپنے اصل روپ میں سامنے آ گئے۔مولانا کے نام سے منسوب جمعیت کا ''مضبوط دھڑا'' دھڑا دھڑ جھڑنے لگا اور نوبت بایں جا رسید کہ ہر صاحبزاہ، ہر سجادہ اور ہر ابنِ مولوی ایک الگ دُکان سجا بیٹھا۔

اور یہ بھی مولانا نیازی مرحوم کی شخصیت کا ایک تابناک پہلو ہے کہ حقائق کو یُوں طشت از بام ہوتے دیکھ کر، انہوں نے انتہائی دانش مندانہ فیصلہ کیا اور اپنے اصل گھر یعنی جمعیت علمائے پاکستان میں واپسی میں ذرہ برابر پس وپیش نہیں کی۔ یہ الگ بات کہ بعض طالع آزما اُن کی وفات کے بعد پھر اُن کے نام سے ایک گروپ بنائے پھرتے ہیں۔

کاش! وہ اپنے کیے پر کبھی ندامت محسوس کریں۔

اکابر کی زندگیوں کا یہ پہلو بھی لائق تحسین وتقلید ہے کہ اختلاف رائے اور بعض اوقات جُداگانہ راہِ عمل اختیار کرنے کے باوجود اُن کے درمیان ذاتی عناد اور دشمنی نے کبھی جگہ نہ پائی۔ مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا شاہ احمد نورانی اس کی ایک عُمدہ اور مستند مثال ہیں۔ ان کے باہمی تعلقِ خاطر اور عزت واحترام کے نشان کے طور پر وہ یادگاری پتھر، حضرت مولانا نیازی کی آخری آرام گاہ کے پاس سروقد اِستادہ ہے جو مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے بطور محبت و عقیدت نصب کیا گیا۔

یہ چند گزارشات برسبیل تذکرہ قلم بند ہو گئیں ورنہ عزیزہ محترمہ آنسہ سعدیہ اختر نے جس جانفشانی اور عرق ریزی سے حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو کمال عمدگی سے اپنے فاضلانہ مقالہ کا حصّہ بنایا ہے، اس پر داد نہ دینا بیداد ہو گی۔اللہ کریم کے حضور دعا ہے کہ وہ ان کے علم وعمل میں ترقی واضافہ فرمائے اور وہ ملک وملّت

کے لیے آنے والے دنوں میں زیادہ وقیع اور گراں قدر خدمات سرانجام دے سکیں، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ظہورالدین خاں عفی عنہ

کتاب میں موقع کی مناسبت سے تصاویر کا اہتمام ناشر کی طرف سے ہے۔

حریّت فکر وعمل کے عظیم علم بردار — مولانا شاہ احمد نورانی

تحریر: محمود شام

میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں اپنے دور کی ایک برگزیدہ ہستی کے عقیدت مندوں سے مخاطب ہوں۔ حضرت مولٰینا شاہ احمد نورانی سے ہمارے بہت سے رشتے تھے۔ ایک صحافی اور لیڈر کا۔ ایک شاعر اور ادب دوست کا، ایک شفیق بزرگ کا، اور ایک وسیع دستر خوان رکھنے والے میزبان کا۔ شگفتگی اور شائستگی کے پیکر اور سب سے بڑھ کر پاکستان کے لیے گہری دردمندی اور تشویش کا۔ اِن سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وطن عزیز کی پس ماندگی، جمہوریت سے محرومی، فرد کی عزت کے فقدان پر باتیں رہتیں، ایک طرف جہاں حکومتوں کی غیر ذمہ داری، نااہلی پر تشویش ظاہر کرتے وہاں وہ اپوزیشن لیڈروں کی اندرونی خامیوں پر بھی کڑھتے، کہ ان میں سے اکثر اس انتظار میں رہتے ہیں کہ ان کی حکومت سے ڈیل (DEAL) ہو جائے۔

حکومتوں کے بارے میں تو وہ اقبال کا یہ شعر پڑھتے۔

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنھیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے!

ان سے ہماری نیازمندی کا سلسلہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے شروع ہوا تھا، جو ان کے آخری دنوں تک اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے جاری رہا۔ اخبار نویسوں والی رسمی گفتگو تو ہوتی ہی تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی بین الاقوامی، قومی حالات، دینِ اسلام کے حوالے سے مختلف مسائل پر وہ ہمیشہ رہنمائی فرماتے تھے۔ وہ بیک وقت کئی محاذوں پر لڑتے تھے، لیکن کبھی انہیں پریشان حال نہیں پایا۔ Tension میں نہیں دیکھا۔ ایک طرف ان کی لڑائی جاگیرداروں، سرمایہ داروں سے تھی۔ دوسری طرف لادینی قوتوں سے۔ انہوں نے لسانی قوتوں، علیحدگی پسندوں یا قوم پرستوں سے بھی

کبھی اشتراک نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ پاکستان کی محبت پر مکمل ایمان رکھتے تھے۔ کئی دوسرے قومی سیاسی لیڈروں کی طرح انہوں نے کسی غیر ملک، بھارت، افغانستان یا حتیٰ کہ عرب ممالک سے بھی کوئی سرپرستی قبول کرنے یا ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کبھی مالی آسودگی کے لیے سمجھوتے نہیں کئے۔ زندگی کا بڑا حصّہ انہوں نے صدر کے ایک فلیٹ میں گزار دیا۔ بڑے بڑے لوگ، سیاسی لیڈر یہیں ان سے ملنے آتے تھے۔

نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے!

اس رمضان میں ہمیں ان کی شفقتِ میزبانی اور بھی زیادہ یاد آئی، وہ ہمیشہ اپنے فلیٹ میں جس محبت سے رمضان میں صحافیوں کو بلا کر افطار کرواتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے خالص اسلامی روایات کے مطابق میزبانی کا حق ادا کرتے۔ ایک ایک سے خود پوچھتے کہ کچھ اور چاہیے یا نہیں۔ دوسرے لیڈروں کی طرح وہ اپنے خادمین یا نوکروں پر نہیں چھوڑتے تھے کہ وہ مہمانوں کا خیال رکھیں۔

تاریخ پاکستان کے اوراق شاہد ہیں کہ اس سرزمین بے آئین کو ایک متفقہ منظور شدہ آئین سے ہم کنار کرنے میں ان کا مرکزی کردار رہا۔ پھر تحریک ختم نبوت میں بھی ان کا حصہ قائدانہ ہے۔ ملک میں پائیدار جمہوریت کے قیام کی جدوجہد کے لیے تو ان کی زندگی وقف رہی۔ جنرل ضیاء الحق کی سفاک آمریت کے دور میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار مثالی تھا۔ بڑے بڑے بولنے والے خاموش ہو گئے تھے، مصلحت کے تحت یا حکومت سے مراعات کے حصول کی لالچ میں، لیکن حضرت مولانا نے اس وقت بھی اپنی حق گوئی کی مشعل جلائے رکھی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ!

دوسرے علماء کرام سے جو بات مولانا کو ممتاز کرتی تھی وہ ان کے ہاں علوم جدید اور علوم دینی کا امتزاج تھا۔ وہ جدید جمہوریت کے محاسن و عیوب سے بھی واقف تھے ــــ اور نظام مصطفےٰ ﷺ

کو جدید خطوط میں بھی تعبیر کر سکتے تھے۔ حضرت سے ہماری تین چار مسلسل نشستیں ہوئیں جن میں ہم نے حضور اکرم کے دور کے حوالے سے ملکی انتظام، دوسرے ملکوں سے تعلقات، اقتصادی پالیسیوں پر سوالات کیے۔ ان کا انٹرویو، ہماری ایک کتاب وَن ٹُو وَن، میں شامل ہے اور یہ دورِ نبوی ﷺ کا ایک بالکل مختلف انداز سے تجزیہ ہے، جس سے آج کے حکمرانوں کو بہت سے سبق Good Governance کے سلسلے میں مل سکتے ہیں۔ وہ محاذ آرائی، شدت پسندی اور انتقامی سیاست کے قائل نہیں تھے۔ وہ مجسم محبت، شفقت اور دلداری تھے۔

مَیں جمعیت علماء اور دوسری متعلقہ تنظیموں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ مولانا کے خطبات اور تقریروں کو یکجا کر کے شائع کریں۔

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

(جمعیت علماء جموں وکشمیر کے زیر اہتمام ہونے والی تقریب
منعقدہ ۱۳ نومبر ۲۰۰۶ء کو پیراڈائیز ہوٹل، کراچی میں پڑھا گیا)

مقدمہ:

جامع الصّفات شخصیت ——— مولانا شاہ احمد نورانی

تحریر: سعید بدر

مولانا شاہ احمد نورانی جامع الصفات شخصیت کے حامل تھے۔ وہ ایک ہی وقت میں بہت بڑے عالم دین، بہت بڑے مبلغ دین، بہت بڑے سیاست دان، بہت بڑے پارلیمنٹرین، بہت بڑے منتظم، متعدد زبانوں کے ماہر، متعدد علوم دینی و دنیوی پر دسترس اور عبور رکھنے والے، بہت بڑی تعداد پر مشتمل غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے والے۔ بہت بڑے محب وطن، قادیانیت کے بہت بڑے مخالف، شعائر اسلامی کے بہت بڑے حامی اور پاسبان، قناعت اور سادگی کے اعلیٰ نمونہ، اخلاقی و دینی اقدار کے بہت بڑے نگہبان، فرقہ آرائی اور فرقہ بندی کے بہت بڑے مخالف، مسلمانوں کے اتحاد، یگانگت اور یکجائی کے بہت بڑے پشتیبان، عالم اسلام کے اتحاد اور سلامتی کے بہت بڑے حامی و مؤید، دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنے والے، نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے بہت بڑے داعی اور علمبردار، توحید اسلامی کے بہت بڑے پرچارک اور مبلغ، بہت بڑے مقرر اور ان سب سے بڑھ کر عاشق رسول مقبول ﷺ اور تعلیمات دین اور احکامات نبویؐ کی اشاعت و تشہیر کے بہت بڑے محرک، دین اسلام کے بہت بڑے مفکر اور لسانی سیاست کے بالمقابل بہت بڑے کوہِ گراں، ورلڈ اسلامک مشن کے چیئر مین تھے۔ غرض کہ وہ سدا بہار شخصیت اور گوناگوں خوبیوں اور اوصاف سے متصف تھے۔ دراصل ایک ذات میں انجمن تھے اور ایک ادارہ تھے۔ وہ دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے خیر خواہ، نہایت ملنسار، مرنجاں مرنج، خلیق و شفیق، پیچیدہ مسائل اور گمبھیر گتھیوں کو سلجھانے کی صلاحیت کے حامل انسان تھے جو شخص ایک بار ان سے ملتا، ان کا ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا۔ وہ یبوست زدہ اور خشک مزاج مولوی نہ تھے۔ زاہد و عابد، شریعت اسلامیہ کے سختی سے عمل پیرا اور اصولوں کے سختی سے پابند انسان تھے۔ وہ جو کہتے، اس

پرعمل کرتے، وہ عالم باعمل تھے۔

بھرے ہیں تجھ میں لاکھوں ہنر اے مجمعِ خوبی
ملاقاتی تیرا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

علامہ اقبال کا یہ شعران کی ذات والا صفات پر پوری طرح فٹ آتا ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن !

چناں چہ میدان سیاست ہو یا دین و مذہب کا مسئلہ، پارلیمنٹ کے اندر ہو یا باہر وہ ہر جگہ دینی اُصولوں اور مذہبی اقدار کی پاسبانی کرتے ہوئے ڈٹ جاتے۔ اس کی واضح مثال، اُس وقت سامنے آئی جب وہ جنرل یحییٰ خاں جیسے بلانوش اور شراب و شباب میں مدہوش مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور سنگ دل حکمران کے سامنے گئے تو اُس سے اُس وقت تک بات چیت کرنے سے انکار کر دیا جب تک وہ جام و مینا کے لوازمات کو کمرے سے باہر نہیں نکالتا۔ انہوں نے یحییٰ خاں سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''سب سے پہلے آپ کمرے سے شراب اور اس کے برتن وغیرہ یہاں سے اُٹھا دو، ورنہ ہم جارہے ہیں اور کسی قسم کی بات نہ ہوگی''۔

یحییٰ خاں یہ الفاظ سن کر ہکا بکا رہ گیا، اُس نے آج تک حکم دیا تھا حکم سنا نہیں تھا، اس نے خوشامدیوں کے ٹولے پر مشتمل ساتھیوں کی طرف دیکھا جن میں جنرل ایم۔ ایم۔ پیرزادہ (م۔۱۹۷۵ء) اور باڈی گارڈ کرنل رفیع وغیرہ شامل تھے۔ وہ ابھی تک دم بخود کھڑے تھے۔ جب کسی کے لبوں کو جنبش نہ ہوئی تو اس نے صورت حال کو بھانپ لیا اور ملازموں سے کہا کہ

''ہاں! یہ تمام لوازمات یہاں سے ہٹا دو''

ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی یہ زندہ مثال تھی، وہ انہیں بیک جنبش قلم یا صرف ایک ہی اشارہ سے حوالہ زنداں بھی کر سکتا تھا جس نے ذاتی خواہشات اور ذاتی انا کے لیے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس کے لیے نورانی صاحب کی گرفتاری کا حکم دینا کون سا مشکل کام تھا۔

کیا عشق نے سمجھا ہے، کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

ختم نبوت کے لیے خدمات

اسی طرح جب ۱۹۷۰ء میں جمعیت العلمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن بنے تو ۱۵/اپریل ۱۹۷۲ء کو بھٹو صاحب کے عبوری آئین پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے اسلام اور ختم نبوت کے لیے قومی اسمبلی میں سب سے پہلے آواز بلند کی جو قلندرانہ آواز ثابت ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

''جو آئین عمدہ فریم میں سجا کر ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں اسلام کو تحفظ نہیں دیا گیا۔ مَیں اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں، اس میں لکھا ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا، لیکن مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ کوئی نہیں جانتا۔ نبی آخرالزماں کو نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہوسکتا''۔

وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی نے کہا:

''خود علماء میں اختلافات موجود ہیں۔ مَیں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء ''مسلمان'' کی متفقہ تعریف ایوان کے سامنے پیش کریں''۔

جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی لیڈر عبدالمصطفٰے الازہری (م۔ ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۹ء) نے یہ چیلنج قبول کرلیا۔ چناں چہ یہ متفقہ تعریف پیش کردی گئی جو ۱۷/اپریل ۱۹۷۲ء کو منظور کر لی گئی جو قومی اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ ۳۵۴ پر موجود ہے۔ قومی اسمبلی کے اندر قادیانیت پر مولانا نورانی کی یہ پہلی کاری ضرب تھی جس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی جو بعد میں بہت بڑی تحریک بن گئی اور مرزائیوں کو کافر قرار دینے کا باعث بنی۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو آپ نے قومی اسمبلی کے اندر اور باہر ہر جگہ نمایاں کردار ادا کیا جس کے اپنے بیگانے سبھی معترف ہیں۔

مولانا نورانی نے بھٹو جیسے عیار اور مکار لیڈر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، وہ نہ کسی لالچ میں آئے اور نہ کسی طاقت کے سامنے انہوں نے سر جھکایا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں تین سو (۳۰۰) ارکان کے ایوان میں عوامی لیگ کے مجیب الرحمان کو مشرقی پاکستان میں ایک سو سڑسٹھ (۱۶۷) نشستیں ملیں اور اس طرح اُسے قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل ہوگئی۔ سلہٹ سے محمود علی جیتے، جب کہ مغربی پاکستان میں مجیب الرحمان کو ایک نشست بھی نہ ملی جس کی وجہ سے سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔ جنرل یحییٰ خاں اپنی صدارت کے حصول کے لیے کوشاں تھے چاہئے تو یہ تھا کہ اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو حکومت بنانے کی دعوت دے دی جاتی، لیکن بھٹو نے اقتدار کے حصول کے لیے مشرقی پاکستان میں مجیب اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کو اقتدار دینے کا مطالبہ پیش کر دیا جو سراسر ناجائز تھا۔ کسی ملک میں بھی بیک وقت دو پارٹیاں برسر اقتدار نہیں آ سکتیں۔ ظاہر ہے کہ مجیب نے یہ مطالبہ نامنظور کر دیا۔ جنرل یحییٰ خاں نے ۳ر مارچ ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلا رکھا تھا، بھٹو نے اجلاس کو ناکام بنانے کے لیے ''اِدھر ہم اور اُدھر تم'' کا نعرہ لگایا اور دھمکی دی کہ جو رکن اسمبلی کے اجلاس کے لیے ڈھاکہ جائے گا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ اس موقع پر مغربی پاکستان سے جو شخصیت خم ٹھونک کر میدان میں اُتری وہ مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔ انہوں نے غیر جمہوری رویے کی شدید مذمت کی اور ڈھاکہ پہنچ گئے، لیکن جنرل یحییٰ خاں (۲۵ر مارچ ۱۹۶۹ء۔ ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء) نے بھٹو کے ساتھ ملی بھگت سے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا۔ اس سے قبل جنرل یحییٰ (م۔ ۱۹۸۰ء)، جنرل عبدالحمید متوفی ۱۹۸۳ء (سابق کمانڈر اِن چیف افواج پاکستان) کے ساتھ شکار کھیلنے لاڑکانہ گئے اور وہیں قومی اسمبلی کو ''شکار'' کرنے کا منصوبہ تیار ہوا۔

بھٹو سے اختلاف

گویا اس واقعہ نے ذوالفقار بھٹو کے ساتھ مولانا نورانی کے اختلاف کی بنیاد رکھ دی۔ قومی اسمبلی میں بھی جب نورانی صاحب نے ذوالفقار علی بھٹو کی ناروا پالیسیوں کی مخالفت کی اور اُس کے غیر جمہوری ہتھکنڈوں پر تنقید کی تو اُس نے ایف۔ ایس۔ ایف (فیڈرل سکیورٹی فورس) کے ڈائریکٹر جنرل ایم۔ ایم۔ احسن کو ایک شب فون پر کہا۔

''احسن! نورانی نے میرا ناک میں دم کرر کھا ہے، کبھی وہ مجھے گالیاں دیتا ہے تو کبھی میری بیوی کو برا بھلا کہتا ہے حتیٰ کہ میری بیٹی کو بھی نہیں بخشتا۔ مَیں یہ چاہتا ہوں کہ اس کا دماغ ٹھیک کر دو''۔

ایف۔ایس۔ایف کے ایم۔ایم۔احسن لکھتے ہیں کہ وہ اگلے روز اسٹیٹ بینک کی عمارت میں بھٹو صاحب سے ملے جہاں اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا، بھٹو صاحب نے مجھے دیکھ کر فائل سے نظریں اُٹھائیں اور پوچھا کیا معاملہ ہے؟

مَیں نے رات والے ٹیلی فون کے حوالے سے پوچھا۔''سر! مجھے کیا کرنا ہے؟'' جس پر ''عوامی رہنما'' بھٹو نے کہا:

''مَیں اُسے مروانا نہیں چاہتا، لیکن یہ ضرور خواہش ہے کہ اُس کی دو چار ہڈیاں توڑ دی جائیں تا کہ اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے''۔

مَیں نے کہا کہ یہ نامناسب بات ہے جس پر وہ طیش میں آ گئے اور کہنے لگے: ''تمہارا کیا خیال ہے؟ مَیں نے اتنی بڑی فورس بلا وجہ قائم کی ہے اور یونہی قومی دولت ضائع کر رہا ہوں''۔

غصہ ٹھنڈا ہونے پر مَیں نے کہا کہ ''سر! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ مَیں مولانا کے حلقہ کی کسی اہم شخصیت سے بات کر کے اُن کو پیغام دے دوں''۔ لیکن بھٹو کو میری یہ تجویز پسند نہ آئی اور انہوں نے منہ سا بنا کر اشارے سے کہا:

''دفعہ ہو جاؤ، جو جی چاہے کرو، بہر حال مَیں یہ چاہتا ہوں کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے''۔

مَیں اگلی پرواز پر کراچی پہنچا۔ مولانا حامد میاں (جن کا اصلی نام مجاہد اللہ تھا) سے ملا جو مسلم کمرشل بینک کے وائس پریذیڈنٹ تھے۔ انہوں نے صوفی محمد انور توکلی سے ملنے کو کہا جو مولانا کے تبلیغی دوروں کے اخراجات برداشت کرتے تھے۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ ''ان شاء اللہ اس ضمن میں آیندہ کوئی شکایت نہ ہو گی''۔

چند ایام بعد بھٹو صاحب ایران کے دورے پر جا رہے تھے۔ مَیں سرکاری ڈیوٹی کے مطابق

ائیر پورٹ پہنچا۔ جب بھٹو افسروں سے ہاتھ ملا کر جہاز کی طرف جانے لگے تو اشارے سے مجھے بلایا اور بولے۔ ''میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ وہ مولانا ناقابل اصلاح ہے''۔ دراصل مولانا نے میری مساعی کے باوجود اپنی روش تبدیل نہ کی تھی۔

آگے چل کر ایم۔ایم۔احسن لکھتے ہیں کہ

''میری دانست میں مولانا نورانی واحد شخصیت تھے جو مخالفت کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کے عتاب سے محفوظ رہے''۔

ایم۔ایم۔احسن کی یہ رائے درست نہیں۔

راقم کے خیال میں، بھٹو نے مولانا کو تنگ کرنے کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور مولانا پر لاہور میں جیالوں کے ذریعہ حملہ کروایا جس میں مولانا اگرچہ کسی شدید جسمانی اور جانی نقصان سے محفوظ رہے تاہم ان کو ذلیل اور رسوا کرنے اور ڈرانے دھمکانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ ہوا یوں کہ

۱۸/اگست ۱۹۷۷ء، تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب قائد اہل سنّت پر حملہ ہوا۔ وہ لاہور میں قومی اتحاد کے اجلاس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے، تو پیپلز پارٹی کے جیالوں نے ان پر حملہ کر دیا اس موقع پر ان کے سربراہ بھی موجود تھے۔ ایک بدمعاش نے کار کے عقبی شیشے کو اینٹ سے نشانہ بنایا۔ اینٹ شیشہ توڑ کر کار کے اندر عقبی سیٹ پر جا گری، خوش قسمتی سے عقبی سیٹ پر کوئی شخص براجمان نہ تھا۔ مولانا اگلی نشست پر براجمان تھے۔ پھر ڈرائیور سے متصل اگلی سیٹ پر دوسرے غنڈے نے حملہ کر دیا اور آپ پر اینٹ دے ماری، اس اینٹ سے آپ کا عمامہ گر گیا، دوسرے بدمعاش نے ڈنڈا سر پر مارا جو آپ کو نہ لگ سکا۔ بہرحال غنڈوں نے پے در پے آپ پر وار کیے۔ کھڑکی کی طرف لپکنے والوں کو جب آپ نے ہاتھ باہر نکال کر روکنا چاہا تو اس جھٹکے میں آپ کی پگڑی کھڑکی سے باہر جا گری۔ ساتھ ہی ایک اور بدمعاش نے آپ کے بازو پر ڈنڈا دے مارا جس سے بازو پر نشان ابھر آیا۔ عمامہ سڑک پر گرنے کی دیر تھی کہ جیالوں نے اُسے پکڑ کر تار تار کر دیا۔ اس اثنا میں ڈرائیور نے موقع ملتے ہی گاڑی چلا دی اور وہ ''ہجوم ناقدراں'' سے نکلنے میں

کامیاب ہو گیا۔اس طرح مولانا کی جان بچ گئی ورنہ غنڈوں نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ راقم کے خیال میں امکان ہے کہ ان غنڈوں میں ایف۔ ایس۔ ایف کے غنڈے بھی شامل تھے کیوں کہ بھٹو کا طریق کار تھا کہ جب ایک آدمی کسی کام کو ان کے حکم کے مطابق سرانجام نہ دیتا، تو وہ بالعموم کسی دوسرے کی ڈیوٹی لگا دیا کرتے بلکہ یہ طریق کار بھی تھا کہ ایف۔ ایس۔ ایف کے ایک شخص کو اگر کسی مخالف کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا جاتا، تو کسی دوسرے کی ڈیوٹی لگا دی جاتی جو خفیہ طور پر اس کے پیچھے پیچھے رہتا، جب پہلا شخص اپنا کام سرانجام دے لیتا تو دوسرا آدمی اس کو ٹھکانے لگا لیتا تا کہ عینی شاہد ہی نہ رہے اور ثبوت ہی ختم ہو جائے۔ اس دور میں جانے کتنے لوگ اس طرح اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تاہم مولانا نورانی جانی اعتبار سے محفوظ رہے، ورنہ بھٹو نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ بہر حال یہ واقعہ معمولی بات نہ تھی اس سے قبل مولانا مفتی محمود (م۔۱۹۸۰ء) کو قومی اسمبلی سے اُٹھا کر باہر پھینکا گیا۔ محمود علی قصوری (م۔۱۹۸۷ء) نے جب وزارت قانون سے استعفیٰ دے دیا تو اُن پر حملے کرائے گئے ائیر مارشل (ر) محمد اصغر خاں پر تو متعدد بار حملے کرائے گئے، ایبٹ آباد میں ان کے گھر کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ خود محفوظ رہے۔ پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری جے۔ اے۔ رحیم کو زدوکوب کیا گیا۔ سیالکوٹ سے قومی اسمبلی کے رکن ملک محمد سلیمان جو پیپلز پارٹی ہی کے رکن تھے، ان کو گرفتار کر کے ذلیل کیا گیا اور ان کے اہل خانہ کی بے عزتی روا رکھی گئی، ایک صوبائی وزیر افتخار احمد عرف تاری کو آزاد کشمیر کے دلائی کیمپ میں مہینوں قید کر کے اذیتیں دی گئیں۔ اصغر خاں کے ساتھ احتجاجی جلوس میں شریک خواجہ محمد رفیق پر حملہ کر کے انہیں صوبائی اسمبلی کے عقب میں مورخہ ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو شہید کر دیا گیا اسی طرح فیصل آباد کے مزدور رہنما مختار رانا جو ایم۔ این۔ اے تھے کو رسوا کیا گیا۔

بہر حال اس پُر آشوب دور میں مولانا نورانی نے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا فریضہ جاری رکھا اور کسی قسم کا خوف محسوس نہ کیا۔ اُنہیں خدائے بزرگ و برتر پر ایمان کامل تھا کہ زندگی اور موت، عزت اور ذلت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔

راقم سانحہ لاہور کے فوراً بعد ایک دوست پروفیسر ارشاد صدیقی کی رفاقت میں مولانا نورانی

کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ بہت پُرسکون تھے۔ ان کے چہرے پر کامل اطمینان تھا۔ ہمارے استفسار پر صرف اتنا کہا کہ ''زیادہ چوٹ وغیرہ نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال رہا''۔

مولانا نورانی کے ساتھ ساتھ ان دنوں جماعت اسلامی کے مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کو بھی خاصا تنگ کیا گیا۔ غرض کہ قومی اتحاد کے تمام لیڈروں بالعموم علمائے کرام پر حملے بھی کئے گئے اور ان کی بے عزتی کرنے میں کوئی کسر نہ روا رکھی گئی۔

راقم کو یاد ہے کہ ان دنوں پی۔ پی والے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ٹافیوں اور پیسوں کا لالچ دے کر جلوس نکلواتے اور ان سے علماء کے خلاف نازیبا نعرے لگواتے۔ مولانا کوثر نیازی کے ہفت روزہ شہاب (جس کے ایڈیٹر ان دنوں نذیر ناجی تھے) میں مولانا مودودی کا نازیبا کارٹون شائع کیا گیا جس میں اُس زمانے کی معروف اداکارہ کا ننگا دھڑ تھا جس پر سر مولانا مودودی کا لگایا گیا۔ راقم کو یاد ہے کہ دوستوں کی ایک محفل میں ان تمام نازیبا واقعات کا ذکر آیا، احباب نے ایک ایک کر کے تمام واقعات دہرائے، سبھی شرکائے محفل رنجیدہ اور کبیدہ خاطر تھے، راقم بھی آزردہ دل کے ساتھ وہاں سے اُٹھا، لیکن اگلے ہی دن، پیپلز پارٹی کے انہی جیالوں نے راقم کے مکان واقع وسن پورہ (مصری شاہ) پر رات کو حملہ کرنے کی کوشش کی۔ راقم باہر نکلا، تو جیالوں کا لیڈر اتفاق سے واقف کار نکلا، وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا۔ ''ہم تو آپ سے چائے پینے آئے ہیں''۔

راقم نے کہا کہ ''رات کے بارہ بجے؟ اچھا وقت منتخب کیا ہے، تم نے چائے کے لیے؟''

پھر مجھے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا کہ '' آپ محلّہ کے ریڈنگ روم میں بیٹھ کر روزانہ ہمارے خلاف زہر اُگلتے ہیں۔ براہ کرم! ایسا نہ کیا کریں''۔ مَیں پریشان خاطر لیٹ گیا کہ اس ملک کا کیا بنے گا جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور جہاں اللہ کا نام لینے والوں کی عزت اور جان اور مال محفوظ نہیں۔

عالمِ خواب میں مولائے روم نظر آئے جو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں زند

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے (اور اُسے ذلیل کرنا چاہتا ہے) وہ اُسے نیک نیت اور پاکباز لوگوں کی عیب جوئی اور اُنہیں تنگ کرنے کے کام میں لگا دیتا ہے (تاکہ ان پر عذاب کے نزول کا جواز محکم پیدا ہو سکے)۔

چناں چہ اس کے تھوڑی ہی مدت بعد، بجلی اُس کونے سے آئی جہاں سے بھٹو صاحب اور اُن کی پارٹی توقع نہ کر سکتی تھی کیوں کہ وہاں ایسے آدمی کا تقرر کیا گیا تھا جو تین چار ساتھیوں کے مقابلے میں جونیئر تھا اور اُس پر بھٹو صاحب کو کامل اعتماد اور بھروسا تھا۔ اس کے بعد بھٹو صاحب جیسے ڈکٹیٹر، ظالم، متشدد اور عیار حکمران کا جو حشر ہوا وہ تاریخ کا عبرت ناک باب ہے اور جیالوں کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بھی کم عبرت ناک نہیں۔

بہرحال ان ہولناک حالات میں بھی مولانا نورانی کے پائے استقامت میں لرزش یا لغزش نہ آئی، وہ ایک مردِ مومن کی طرح باطل قوت کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور جمے رہے۔

استقلال اور پامردی، حق گوئی و بے باکی جیسی ان صفات کے ساتھ ساتھ مولانا کی شخصیت میں دیگر ان گنت خوبیاں اور اوصاف موجود تھے۔

سیاسی میدان میں کامیابی تو صرف ایک جھلک ہے۔ دین کی خدمت کے معاملے میں انہوں نے معرکتہ الآرا کارنامے سرانجام دیئے۔ وہ دراصل سیاست کے معاملے میں علامہ اقبال کے پیروکار تھے کہ اگر سیاست سے دین کو جدا کر دیا جائے تو پھر چنگیزیت اور ہلاکوازم باقی رہ جاتا ہے۔

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی!

بہرحال انہوں نے چنگیزیت کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ثابت کیا کہ دین و سیاست نہ صرف اکٹھے چل سکتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد ایک ہی ہے اور ایک صاحب عمامہ مولوی بھی سیاست میں حصہ لے سکتا ہے، وہ صرف خانقاہوں اور مسجدوں کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔

تبلیغ دین

اپنے والد بزرگوار شاہ عبدالعلیم صدیقی کے بعد وہ جانشین بنے تو انہوں نے ان کے کارِ نامکمل کو مکمل کرنے کا بیڑا اُٹھالیا۔ ۱۹۵۴ء میں انہوں نے یہ کام سنبھالا اور تادم آخر اسے سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں جامعتہ الازہر کی دعوت پر مصر گئے۔ ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ ۱۹۶۲ء میں نائیجیریا کے وزیراعظم احمد دبیلو کی دعوت پر تین ماہ تک وہاں رہے اور تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ دعوتوں پر مشتمل ان سرکاری دوروں کے علاوہ بھی، وہ جنوبی افریقہ کے ممالک میں جاتے رہے اور دین کی اشاعت کے کام کو آگے بڑھاتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں چینی مسلمانوں کی دعوت پر چین کا تبلیغی دورہ کیا۔ انہیں متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، عبرانی، سواحلی اور لاطینی زبانیں شامل تھیں۔ دراصل جس ملک میں جاتے، تبلیغ دین کے لیے اس زبان کی ضرورت پڑتی تو سیکھ لیتے۔ اس سے لوگوں کے ساتھ رابطہ آسان ہو جاتا اور دین کے مفاہیم ان تک پہنچانا زیادہ مشکل نہ رہتا۔

انہوں نے ۱۹۵۷ء میں مفتیِ اعظم روس حضرت مفتی ضیاء الدین کی دعوت پر ایک وفد کے ہمراہ روس کا دورہ کیا۔ اس وفد کے قائد مولانا عبدالحامد بدایوانی تھے۔ ۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشئیس گئے۔ ۱۹۶۱ء میں سری لنکا اور شمالی افریقہ تشریف لے گئے۔ صومالیہ، کینیا اور ٹانگانیکا میں بھی تبلیغی کام کیا، جہاں ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے انہوں نے عظیم الشان ادارہ قائم کر رکھا تھا جس کے ہر ملک اور اہم شہروں میں دفاتر قائم کیے جہاں سارا سال تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہتا۔ ماریشئیس حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام، علیمیہ اسلامک مشن کالج، علیمیہ دارالعلوم، سری لنکا میں حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام، سیلون، امریکہ میں مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ، جارج ٹاؤن۔ ساؤتھ افریقہ میں اسلامک مشنریز گلڈ، ملائیشیا میں آل ملایا مشنری ایسوسی ایشن، برطانیہ میں حنفی مسلم سرکل، پریسٹن اور نیدرلینڈز میں دارالعلوم جامعہ مدینتہ الاسلام، ھیگ جیسے مؤثر ادارے قائم تھے۔ تبلیغ دین کی

اجمالی کوششوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا دیوہیکل شخصیت کے حامل تھے۔

آج ہم پھر پرآشوب دور سے گزر رہے ہیں۔ وطن عزیز میں دینی اخلاقی اور اسلامی اقدار پر روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر دین گریز قوتیں حملہ آور ہیں۔ اس لیے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ مولانا نورانی جیسے عظیم الشان مبلغ دین متین کی مساعی کو عام کیا جائے اور ان کے کارناموں کی اشاعت کی جائے۔

اس سلسلہ میں محترمہ سعدیہ اختر نے بہت جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی کی زندگی اور ان کے دینی و معاشرتی کارناموں کے بارے میں ''علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ'' کے عنوان سے ادارہ تعلیم و تحقیق، جامعہ پنجاب کے تحت اپنے مقالہ کی تیاری میں مختلف کتب، رسائل، جرائد کے علاوہ مولانا نورانی کی تقاریر اور خطبات سے بھی استفادہ کیا ہے بلکہ مقالہ کے آخر میں بعض اہم تحریریں، تقریریں اور خطبات بھی شامل کر دیئے ہیں جس سے مقالہ کی اہمیت و افادیت میں گرانقدر اضافہ ہو گیا ہے۔

سعدیہ اختر نے مولانا نورانی کی زندگی اور حیات نیز کارناموں کو مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا ہے جس سے قاری کے لیے مولانا کی خدمات کا احاطہ کرنے اور سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی کی اساتذہ محترمہ فرح زیبا اور پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ ناہید اہل علم و دانش اور مولانا نورانی کے مداحین کی طرف سے شکریہ اور مبارک باد کی مستحق ہیں کہ ان کے شہباز فکر نے علامہ شاہ احمد نورانی جیسے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ دانش ور، مفکر اور اسلام کے عظیم مبلغ کے اسم گرامی کو مقالہ کے لیے عنوان کے طور پر منتخب کیا اور اس کی تیاری اور تکمیل میں سعدیہ اختر کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیئے۔

ہم جواں فکر، جواں ہمت اور علم و تحقیق کے مرد میدان ظہورالدین خاں کے بھی شکرگزار ہیں کہ وہ سعدیہ اختر کی اس تحقیقی و علمی کاوش کو زیور طبع سے آراستہ کر رہے ہیں۔ اُمید ہے مولانا نورانی کے لواحقین، مداحین اور مریدین اس کاوش کو پسند کریں گے اور اس کی اشاعت و تشہیر کے لیے پیش

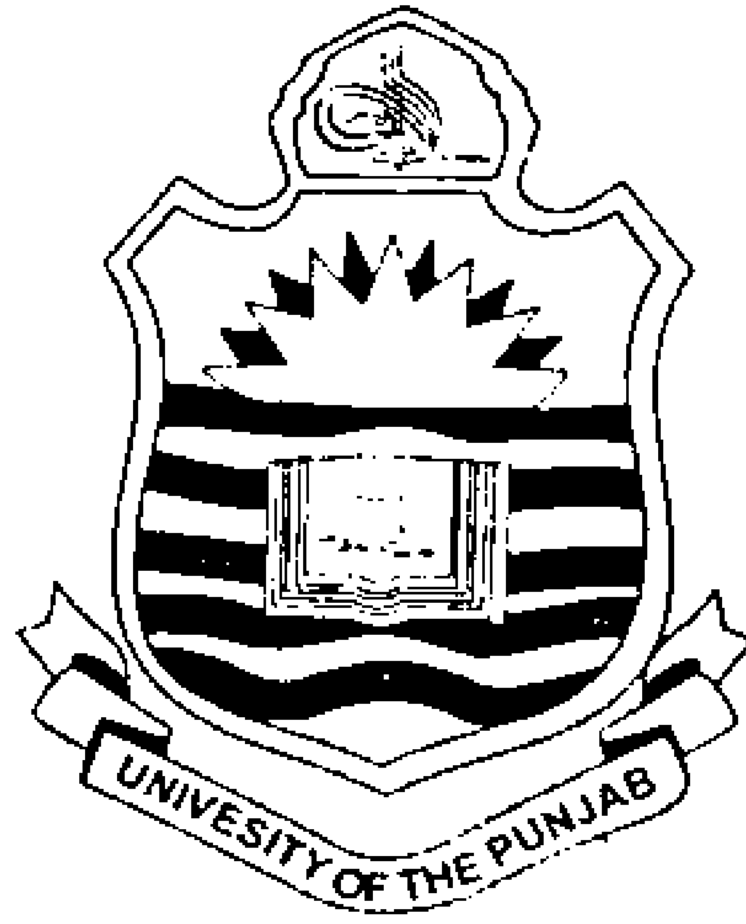
پیش ہوں گے۔

مخلص صادق

بتاریخ: ۳ر دسمبر ۲۰۰۶ء
بمطابق ۱۱ر ذی قعد ۱۴۲۷ ہجری
بروز اتوار

محمد سعید احمد بدر قادری
المعروف بہ
سعید بدر
البدر ۹۶۵۔نظام بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن
لاہور۔
فون: ۵۴۱۴۵۹۰

علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ



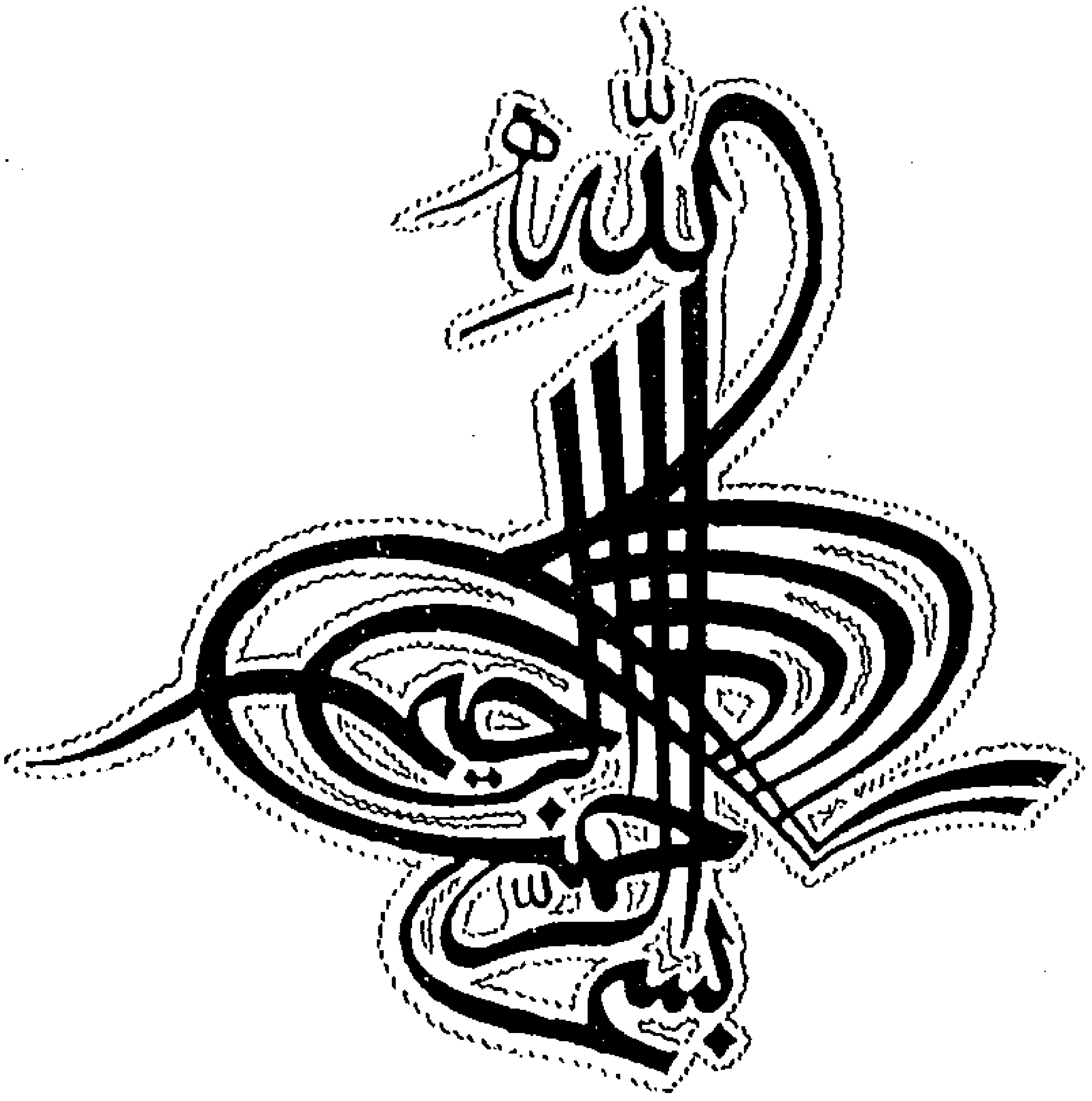
تحقیق کنندہ

سعدیہ اختر 110-2004

ایم ایڈ ایلیمنٹری

ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب قائداعظم کیمپس لاہور

جون 2006



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

(اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں)

علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ

تحقیق کنندہ

سعدیہ اختر 2004-110

ایم ایڈ ایلیمنٹری

یہ تحقیقی مقالہ ایم-ایڈ ایلیمنٹری کی ڈگری کے تقاضوں کی جزوی تکمیل کے لیے

ادارہ تعلیم و تحقیق، جامعہ پنجاب، لاہور کی فیکلٹی کو پیش کیا گیا

جون 2006ء

یہ تحقیقی مقالہ ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب لاہور کی فیکلٹی نے ایم - ایڈ ایلیمنٹری کی ڈگری کے تقاضوں کی جزوی تکمیل کے طور پر منظور فرمایا۔

نگران مقالہ ---------- (میڈم فرح زیبا)

صدر مجلس مقالہ ---------- (میڈم فرح زیبا)

رکن مجلس مقالہ فوزیہ ناہید خواجہ ---------- (پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ ناہید خواجہ)

انتساب

خدائے کائنات کے فضل واکرام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے تصدق سے میری یہ کوشش اپنی تکمیل کو پہنچی۔ کائنات میں آنے کے بعد پہلے قدم سے لے کر آج تک جنہوں نے مجھے زندگی کے شعور سے آگاہی دی اور اپنی زندگی کے سکون، راحت، حلاوت اور چاشنی کو مکمل طور پر میرے نام کئے رکھا اور دعاؤں کی دولت سے مجھے زندگی کے ہر لحظہ اور ہر لمحہ مالا مال رکھا۔ میری مراد میرے والدین ہیں۔ مَیں اپنی یہ حقیر سی کوشش اور اس کا ثمر

اپنے والدین کے نام کرتی ہوں

اور

مشفق ومحترم اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتی ہوں

جن کی شب وروز محنت اور کاوشوں نے مجھے کامیابی کی منزل پر پہنچادیا۔

سعدیہ اختر

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے اس ذاتِ باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس کی نوازش و مہربانی سے آج میں اپنے اس ریسرچ ورک میں کامیاب ہوئی۔

درود و سلام سرور کائنات افضل الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں جن کو معلم اعظم کا مقام بخشا گیا ہے۔

تحقیق کنندہ اپنی محترم اساتذہ میڈم فرح زیبا اور پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ ناہید خواجہ کی تہہِ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود خلوص اور جانفشانی سے میری رہنمائی فرمائی۔

خصوصاً اپنے والدین کی شکر گزار ہوں جن کی اخلاقی معاونت اور دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔

تحقیق کنندہ ظہور الدین خان امرتسری اور ماہنامہ سوئے حجاز کے نگران اختر عباس سرگانہ صاحب کی بھی تہہِ دل سے ممنون ہے جنہوں نے مقالہ کی تکمیل میں ہر ممکن مدد فرمائی۔

سعدیہ اختر

فہرست عنوانات

باب	عنوان	صفحہ

باب	عنوان	صفحہ
	قیامت کو جواب دینا ہوگا	۱۰۶
	فضائے بدر پیدا کر	۱۰۸
	استقامت دین کے ثمرات	۱۱۰
	مولانا شاہ احمد نورانی کے خطبات کے چند اقتباسات	۱۱۲
	انٹرویو	۱۱۵
	تصانیف	۱۲۱
چہارم	خلاصہ، حاصلات اور سفارشات	۱۲۲
	خلاصہ	۱۲۲
	حاصلات	۱۲۹
	سفارشات	۱۳۱
	کتابیات	۱۳۳

باب اوّل

تعارف

تاریخ کا طالب جب اقوامِ عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرے گا اور جب ہر روز نت نئے رونما ہونے والے حوادث وانقلاب کا تجزیہ کرے گا، آنے جانے والے اندھیرے اُجالوں کو دیکھے گا تو اسے ان گہری تاریکیوں میں روشن و پرنور ایک ایسا باب بھی نظر آئے گا کہ جس کی ضوفشانیوں سے تاریخ کے اوراق چمکتے دمکتے اور نورانی نظر آئیں گے اور وہ باب کہ جس کی چمک سے تاریخ کے طالب علم کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی وہ باب امام اہل سُنّت، قائد ملّت اسلامیہ، آقائے نعمت، مربی ومحسن، سیدی ومرشدی امام شاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہٗ کا ہوگا۔

خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اسلام کے آفاقی پیغام کو کائنات ارضی کی وسعتوں میں پھیلانے کے لیے دیگر بزرگوں کی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آل مبارک بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں پہنچی۔ آپ کی نسل پاک میں سے کچھ لوگ روس کے شہروں سمرقند، بخارا اور ''خجند'' میں بھی آ کر آباد ہوئے۔

آپ کی اولاد میں سولہویں صدی عیسوی میں خجند میں حضرت صوفی حمید الدین خجندی ایک ممتاز مبلّغ اسلام تھے۔ آپ کی شہرت دور تک پھیلی ہوئی تھی یہاں تک کہ مغل فاتح ظہیر الدین بابر نے ہندوستان پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس نے دیگر علماء ومشائخ اور مشاہیر کے ساتھ آپ کو بھی ہندوستان چلنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی۔ اس طرح ہندوستان میں اس صدیقی خاندان کی باقاعدہ آبادکاری کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس صدیقی خاندان کے افراد ضرب وحرب میں بھی ماہر تھے، لیکن ان کا اصل میدان تبلیغ و ارشاد ہی رہا۔

انیسویں صدی ہجری میں صوفی حمید الدین صدیقی خجندی کی نسل میں سے میرٹھ میں دو

بھائیوں ''علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی'' اور ''مولوی اسماعیل میرٹھی'' نے بڑی شہرت پائی۔ علامہ عبدالحکیم میرٹھی نے تو شعروشاعری کے ساتھ اپنے آباواجداد کی طرح رشد وہدایت کی مسند کو بھی رونق بخشی، لیکن اسماعیل میرٹھی نے فقط اُردو شعروادب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ دونوں بھائی اپنے اپنے شعبہ میں اُستاد مانے جاتے تھے۔

۱۸۵۷ء میں جب انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی جنگِ آزادی کے مجاہدین میں شامل تھے اور اسماعیل میرٹھی سر سید احمد خان کی تحریک کے ہمنوا اور ان کے قریبی ساتھی شمار ہوتے تھے۔ میرٹھ میں ان کے نام سے ''اسماعیل گرلز کالج'' آج بھی سرکاری سطح پر قائم ہے۔

علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی کو اللہ تعالیٰ نے سات فرزند عطا فرمائے اور وہ سب اسلام کے عظیم سپوت ثابت ہوئے۔ انہی میں سے آپ کے ایک فرزند مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی بھی امام احمد رضا کے خلیفہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے عوام الناس کے علاوہ یونیورسٹیوں کے پروفیسر، سیاسی رہنما، وزراء، حکومتی اہلکار، حکام بالا اور پڑھے لکھے لوگ بھی بے حد متاثر ہوتے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۷رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ کو میرٹھ میں امام شاہ احمد نورانی جیسے بیٹے سے نوازا۔ (قائد تحریک نظامِ مصطفیٰ، ص۴۰۹-۴۱۱)

مولانا شاہ احمد نورانی ہفت زبان عالم تھے، نام کے نہیں حقیقی مبلغ تھے کہ ان کے ہاتھ پر دو لاکھ سے زیادہ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کو عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت اور متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ مجاہد تھے، انہوں نے ہر آمر، ہر غیر انسانی، غیر اخلاقی اور غیر اسلامی فکر اور شخصیت کے خلاف عمر بھر جہاد کیا۔ وہ متقی، متورع اور شب زندہ دار تھے وہ اونچے درجے کے باعمل سیاست داں تھے۔

افریقی ممالک میں آپ نے تبلیغ پر بہت زیادہ کام کیا۔ سینکڑوں تعلیمی ادارے، ٹرسٹ، شفا خانے، انتہائی میکانکی انداز میں خدمت خلق کے کام میں مصروف ہیں۔ آپ نے مختلف ممالک

میں مساجد قائم کیں۔ درس گاہیں کھولیں جہاں ہزاروں کی تعداد میں متلاشیانِ علم اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں اور دین کے خادم بن کر زندگی گزار رہے ہیں۔ (علامہ شاہ احمد نورانی، ص ۴)

اللہ رب العزت نے مولانا نورانی کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا جن کا آپ نے پورا پورا استعمال فرمایا اور ان صلاحیتوں کو خدمت اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ دین متین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف تھا۔ آپ نے ملکی، ملی، سیاسی، جماعتی اور روحانی سطح پر ریکارڈ خدمات سرانجام دیں۔ چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کا احترام آپ کے بنیادی اُصول تھے۔ سادگی، متانت، حلم اور بردباری، مہمان نوازی، جرأت، حق گوئی اور حاضر دماغی جیسی خصوصیات آپ کو قدرت کی طرف سے ودیعت تھیں۔ آپ نرم مزاج، خلیق اور خوش گفتار انسان تھے۔ استغنا آپ کی سب سے بڑی متاع تھی۔ خوش پوشی آپ کا طرزِ امتیاز تھا۔ وہ ایک بیدار مغز، وسیع المطالعہ عالم باعمل تھے اور حقیقی معنوں میں عابد شب زندہ دار تھے۔ آپ کے دن دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں جلسوں، کانفرنسوں، سیمینارز، پریس میٹنگز اور دیگر تقریبات سے خطاب کرتے ہوئے گزرتے تو آپ کی راتوں کا اکثر حصہ مصلّٰی پر اپنے رب کی یاد میں گزرتا، انہوں نے تحریکِ نظام مصطفٰے اور تحریکِ ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخاب میں پاکستان کی سیاست میں حصہ لیا۔ آپ ایک مایہ ناز سیاست داں بھی تھے۔ نڈر اور بے باک سیاست دانوں کی من مانیوں اور عیاشیوں پر کھل کر تنقید کرتے۔ آئین ساز کمیٹی کے ممبر ہونے کے ناطے آپ کی تجویز کردہ اسلامی شقیں ۱۹۷۳ء کے آئین میں باقاعدہ شامل کی گئیں۔ آپ کی کوششوں سے ہی اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا اور صوبائی خودمختاری کا تعین کیا گیا۔ آپ نے ہی صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن کا مسئلہ بھی طے کر دیا (ماہنامہ سوئے حجاز، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۳-۴)

آپ کی سب سے بڑی خوبی تحمل مزاجی تھی آپ اختلاف برائے اختلاف یا تنقید برائے تنقید کے قائل نہ تھے۔ اُصولوں پر اختلاف کرتے پھر اس پر ڈٹ جاتے، تنقید برائے اصلاح کرتے اور شائستگی کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ جماعتی معاملات کو عوامی سطح پر زیر بحث نہ لاتے۔

چھوٹے چھوٹے اختلافات کونظر انداز کر دیتے۔ آپ کی نگاہ ہمیشہ وسیع تر مفاد پر ہوتی تھی۔

کہنے کو مولانا مرحوم بھی مہاجرین میں شامل تھے مگر تمام عمر پاکستان میں لاکھوں، کروڑوں فرزندانِ زمین کی طرح بلکہ بعض سے بہت زیادہ سرود پاکستانیت سے سرشار رہے۔ اپنی سچائی کی روشنی میں پاکستانی سیاست میں نمایاں قائدانہ حیثیت حاصل کرتے ہوئے سیاسی تحریکوں میں بڑی دلیرانہ عملیت کا ثبوت دیا۔

پاکستان کی قومی زندگی پر مذہب کے بڑھتے ہوئے اثرات کے حوالے سے دیکھا جائے تو مولانا شاہ احمد نورانی جیسی شخصیت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب مذہبی شدت پسندی اور انتہا پسندانہ فرقہ پرستی کے رجحانات نے غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے نتیجے میں تشدد اور دہشت پسندی در آئی، شاہ احمد نورانی کی اعتدال پسندی اور رواداری (جنہوں نے اپنی جماعت کو ہمیشہ تشدد کے راستے سے دور رکھا) کی افادیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ ایک مخصوص مسلک کے پیروکار تھے مگر انہوں نے مذہب کو کبھی نفرت کا کاروبار نہیں بنایا اور ہمیشہ "لکم دینکم ولی دین" کی آیہ کریمہ پر عمل کرتے رہے اور اپنے اپنے راستے کا درس دیتے رہے۔ ان کے افکار پر قدامت پسندی کا رنگ غالب تھا مگر انہوں نے کبھی مکالمے اور مذاکرے کا دروازہ بند نہیں کیا اور وہ ہر وقت عملی بحث کے لیے تیار رہتے تھے۔ دوسروں کے نقطۂ نظر کو کبھی سننے اور سمجھنے سے منکر نہیں ہوئے اور اختلافِ رائے کے حق کا احترام کیا۔

اس وقت جب کہ عرصہ سے ہمارے ملک میں رواداری، دوسروں کی رائے کا احترام کرنے اور ہر قسم کے مکتبہ ہائے فکر کو پنپنے کا حق دینے سے گریز کا عمل جاری ہے، تعصب، تنگ نظری اور کوتاہ فکری غلبہ حاصل کرتے جا رہے ہیں، گفتگو میں دلیل ختم ہوتی جا رہی ہے، مولانا شاہ احمد نورانی جیسے خوش گفتار، روادار اور دوسروں کا نقطۂ نظر درست کرنے والے لوگوں کی کمی شدت سے محسوس ہوگی۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے عملی سیاست میں طویل عرصہ گزارا اور ہمیشہ سیاسی قیادت کی پہلی صف میں رہے مگر دامن کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ سیاست کو حصول مال اور معاش کا ذریعہ نہ بنایا۔

حصول رزق کو اپنی سیاست سے الگ رکھا۔ تجارت کے ذریعے روزی کمائی اور تجارت بھی ایسی جس میں سرکاری اعانت کا کوئی دخل نہ تھا۔

سیاست میں مذہب کے روز افزوں دخل کے دور میں مولانا نورانی جیسی متوازن اور روادار مذہبی شخصیت کی آج بھی ضرورت ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی اسلام آباد میں ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو صبح کے وقت حرکت قلب بند ہو جانے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھتر (۷۸) برس تھی۔ پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا ایک ایسے عظیم مدبر، مبلغ اور سیاسی راہنما سے محروم ہوگئی جس نے فروغ اسلام، اتحادِ ملت اور عوامی حقوق کے لیے جدوجہد کو اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا تھا۔

کسی کے حق میں خلق کی گواہی کو رضائے الٰہی کی نشانی بتایا گیا ہے۔ مولانا نورانی اس کسوٹی پر قابل رشک حد تک کامیاب نظر آتے ہیں، قوم کا ہر طبقہ دین وملت سے ان کے اخلاص اور سیاست میں ان کی دیانت کی گواہی دیتا ہے۔ وہ ہر دور میں اسلام و جمہوریت اور آئین کی بالادستی، عوامی حقوق کی بحالی اور فرقہ وارانہ منافرت کے خاتمہ کے لیے کوشاں رہے۔

موت العالم موت العالم

مگر بہر حال ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی کسی اور کے آنے سے بھی پُر نہ ہوگا۔

بیان مسئلہ

زیر نظر تحقیق ''مولانا شاہ احمد نورانی کی تبلیغی اور معاشرتی خدمات کا جائزہ'' پر مشتمل ہے۔

مقاصدِ تحقیق

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی تبلیغی اور معاشرتی خدمات کا جائزہ لینا۔

۲۔ مولانا کی تصانیف کا انڈیکس تیار کرنا۔

۳۔ نئے آنے والے محققین کے لیے مواد فراہم کرنا۔

۴۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی قابل نمونہ اور حیات افزا شخصیت کو نئی نسل کے سامنے پیش کرنا

تا کہ نئی نسل مغربی تہذیب کے مضر اثرات سے بچ سکے۔

۵۔ موجودہ دور کے معاشرتی کارکن اور مبلّغین کے لیے نمونہ پیش کرنا۔

اہمیت مسئلہ

اسلامیانِ پاکستان کے مذہبی نظریات کے تحت بقا اور استحکام کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اسلاف کے کارناموں، ان کی تبلیغی و معاشرتی خدمات اور حالاتِ زندگی سے واقفیت حاصل کی جائے۔ ان کی سیرت و کردار کا گہرا مطالعہ کیا جائے، اس وقت دوسرے ممالک کی طرح پاکستان بھی ملحدانہ نظریات کی یلغار سے دوچار ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے مشاہیر علماء کرام، بزرگان دین کے کارناموں سے واقفیت حاصل کریں تا کہ احیائے دین کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

اس تحقیقی مقالہ کے نتائج سے یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ عوام، اساتذہ، طلبہ، علماء کرام اور تنظیمی حلقوں کے عمائدین فائدہ اُٹھائیں گے۔ ادارہ تعلیم و تحقیق میں قبلِ ازاں اس نوعیت کی تحقیق نہیں کی گئی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نہ صرف ایک بلند پایہ عالم دین تھے بلکہ وہ ایک مسلمان کے لیے قابل تقلید نمونہ بھی تھے۔

اس مقالہ میں جہاں مولانا شاہ احمد نورانی جیسی نامور شخصیت کی سوانح عمری اور اس دور کے دینی، سیاسی، اخلاقی، معاشرتی، علمی و فکری حالات کا ذکر ہے وہاں شاہ صاحب کی تبلیغی اور معاشرتی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ دین اور معاشرتی اِحیا کو تیز تر کیا جاسکے۔

زیر نظر مقالہ کا مقصد یہ ہے کہ شاہ صاحب کی قابل نمونہ شخصیت اور حیات افزا افکار نئی نسل کے سامنے اصل روپ میں پیش کئے جائیں تا کہ تشکیک و تعصب کے جملہ غلاف پاک ہو جائیں اور جس کی بدولت نام نہاد ترقی یافتہ تہذیب کے مضر اثرات سے بچ سکیں اور اپنی ملّت و تہذیب کا اِحیا ممکن ہو۔

توقع کی جاتی ہے کہ موجودہ نسل اس تحقیقی مقالہ کی بدولت شاہ صاحب کے دینی اور معاشرتی

کام کو نہایت احتیاط اور مکمل توجہ سے پڑھ کر بطریق احسن بہرہ ور ہونے کی کوشش کرے گی نیز اسلامی تہذیب کے احیا اور ملت کی تشکیل و تعمیر میں مدد و معاون ثابت ہوگا۔

حدود کار

موضوع کی وسعت ضخیم کتب کی متقاضی تھی، لیکن تحقیق کنندہ کے محدود وسائل اور وقت کی کمی کے باعث اس مقالہ کو ''مولانا شاہ احمد نورانی کی تبلیغی اور معاشرتی خدمات کا جائزہ'' تک محدود رکھا گیا ہے۔

طریقہ تحقیق

اس مقالے کی تحقیق میں بیانیہ طریقہ تحقیق استعمال کیا گیا ہے۔ تحقیق کے دوران بعض مدارس کی لائبریریوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ لائبریری دارالعلوم جامعہ محمدیہ رضویہ، فردوس مارکیٹ، گلبرگ، لاہور

۲۔ لائبریری ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور

۳۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور

۴۔ www.wim.org.net.

باب دوم

مولانا شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات

قائدِ اہلِ سُنّت کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مبارکہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء کو میرٹھ ہندوستان میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ صدّیقی کہلاتے ہیں۔ (دو نامور مجاہد، ص ۵)

تعلیمی مراحل

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آٹھ سال کی عمر میں حفظ کیا۔ بعد ازاں ثانوی تعلیم کے لیے ایسے اسکول کا انتخاب کیا جس میں ذریعہ تعلیم عربی تھا۔ ثانوی تعلیم کے بعد نیشنل عربک کالج میرٹھ اور الٰہ آباد یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ دینی علوم کی تحصیل کے لیے آپ نے مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ کا انتخاب کیا۔ آپ کو دیگر علوم کے علاوہ حدیث مبارکہ سے خاص شغف رہا۔

دستارِ فضیلت

درس نظامی کی تکمیل پر آپ کی دستار بندی صدر الافاضل، بدر الاماثل شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خان علیہ الرحمہ، آپ کے استاد گرامی ندوۃ العلماء الراسخین، امام الفضلاء الکاملین علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ اور آپ کے والد گرامی مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء کرام نے فرمائی۔

ازدواجی زندگی کا آغاز

۱۹۶۳ء میں آپ نے ازدواجی زندگی میں قدم رکھا۔نہایت مصروفیت کے عالم میں آپ کا عقد مبارک قطب مدینہ ضیاء الدین مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰنؒ کی بیٹی کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہوا۔(روز نامہ خبریں، لاہور،۱۲ردسمبر۲۰۰۳ء)

مختلف عالمی اداروں کی رکنیت یا منتظم

آپ بغداد شریف میں سیدنا امام اعظم سے منسوب ایک کالج کلیۃ اعظمیہ کے رکن تھے۔ عراق کی معروف یونیورسٹی، جامعہ صدام الاسلامیہ کی سینیٹ یعنی انتظامی کمیٹی کے پچیس (۲۵)ارکان میں سے ایک تھے۔لیبیا میں ایک کالج کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے ممبر تھے۔قاہرہ کی جامعہ ازہر کے تین برس رکن رہے۔

ذریعہ معاش

مولانا نورانی دینی اور سیاسی کاموں کے علاوہ قیمتی پتھروں کا وسیع کاروبار بھی کرتے تھے اور بڑے جوہر شناس تھے۔انہوں نے پارلیمنٹ ہاؤس میں واقع ڈسپنسری سے کبھی دوائیں نہ لیں اور نہ ہی کبھی اپنا میڈیکل بل سیکرٹریٹ سے وصول کیا۔آپ نے اپنی ذات کے لیے کبھی حکومت سے کچھ نہ لیا جو مراعات انہیں قانونی طور پر حاصل تھیں ان سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔

(یادوں کے نقوش،ص ۴۸-۵۶)

جمعیت علماء کے صدر

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی،صدر جمعیت علماء پاکستان کی پیرانہ سالی کے باعث آپ کو جمعیت کا صدر چنا گیا۔اس وقت جمعیت علمائے پاکستان سنّیوں کی ایک دینی اور تبلیغی جماعت تھی

نہ الیکشن میں حصہ لیتی نہ انتخابی مہموں میں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے علماء اہل سنت کا ایک قافلہ تیار کیا اور کراچی سے چترال تک اور کھوکھرا پار سے خیبر تک علماء و مشائخ میں دینی بیداری اور اعتقادی یکجہتی کے لیے کام کیا اور شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ پہنچ کر علمائے کرام کو حجروں، مدرسوں، خانقاہوں اور مسجدوں کو دینی اور روحانی مراکز بنانے کے لیے تیار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا نورانی کی اس مہم میں ملک بھر کے سُنی علماء و مشائخ نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور جو علماء صرف نماز، نکاح، جنازہ اور ختم درود تک محدود تھے وہ علمی حرارت لے کر متحد ہو گئے جو صاجبزادگان اور سجادہ نشین، تعویذات، نذرانے اور روحانی مجالس تک محدود تھے وہ تبلیغ دین پر آمادہ ہو گئے۔
(انوارِ رضا، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۸۷)

مریدوں پر خصوصی توجہ

مولانا شاہ احمد نورانی اسلامی تبلیغ و تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے مریدوں کی روحانی تربیت سے غافل نہیں تھے۔ آج بلا مبالغہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر پچیس ہزار سے زائد لوگ آپ سے بیعت ہیں۔ آپ سلسلہ قادریہ میں بیعت کرتے اور اپنے مریدوں کی اصلاح احوال پر مسلسل نظر رکھتے تھے۔ آپ کو سیاسیات کی مصروفیات سے جب بھی وقت ملتا اپنے مریدوں کو خصوصی توجہ دیتے اور انہیں اپنی محافل میں قلب و ذکر کی تربیت کرتے۔ امریکہ میں اکثر بلالی امریکن آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ جنوبی افریقہ کے اکثر حبشی اپنے مذاہب کو چھوڑ کر دامنِ اسلام میں آئے ہیں۔ (انوار رضا، ص ۸۹۔۹۰)

سانحۂ ارتحال

متحدہ مجلس عمل، جمعیت علماء پاکستان اور ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ بزرگ سیاست داں، قائد ملت اسلامیہ سینیٹر مولانا شاہ احمد نورانی ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے اسلام آباد میں وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی وفات سے علم، معرفت، سیاسی

بصیرت اور حب الوطنی کا ایک باب بند ہوگیا۔آپ کی شخصیت میں علم وعمل کا حسین امتزاج موجود تھا اور وہ واقعی بست فی العلم والجسم کا مظہر تھے۔

آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور فی الواقعہ نابغہ تھے، مگر غرور وتکبر نام کو نہ تھا۔آپ بہترین اخلاق کے مالک تھے۔ آپ کی شخصیت مؤثر، بارعب اور پروقار تھی۔ اُصولوں کی پاسداری ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ حد درجہ حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے۔آپ کے ملاقاتیوں میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے۔ وہ بلا امتیاز ادنیٰ واعلیٰ ہر ایک کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے ملتے۔حق گوئی و بے باکی میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔جرأت مندی سے کلمۂ حق بلند کرتے اور حق بات کہنے میں کسی سے مرعوب نہ ہوتے۔آپ کے ان اوصاف حمیدہ سے اپنے پرائے سب شاہد ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی ایک اعلیٰ سیاست داں اور عالم دین ہی نہیں بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ لوگ ان کے خطابات سننے دور دراز سے چل کر آتے اور ہمہ تن گوش بن کر سنتے، آپ کا انداز بیان اس قدر مسحور کن ہوتا کہ آخر تک مجمع ہلنے کا نام نہ لیتا۔آپ کو یہ کمال صرف اردو زبان ہی میں حاصل نہ تھا بلکہ عربی، فارسی اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں تقاریر کا بھی یہی عالم تھا۔

آپ نے قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ان صلاحیتوں کو عمر بھر تبلیغ دین اور اسلامی اقدار کی سربلندی کے لیے صرف فرمایا۔اس وقت اسلامی دنیا اور خصوصاً پاکستان میں دینی قوتوں کو جن کڑے حالات کا سامنا ہے مولانا شاہ احمد نورانی کا دنیا سے اچانک اُٹھ جانا بہت بڑے صدمے کا باعث ہے اور ان کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا پُر ہونا نظر نہیں آتا۔

مولانا نورانی، اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علمبردار تھے۔آپ نے ہمیشہ وحدتِ اُمّت کا درس دیا۔ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل کا یکے بعد دیگرے قیام آپ ہی کی کوشش، خواہش اور جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔انہوں نے وسیع تر مقاصد میں کامیابی کے حصول کے لیے تمام مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کر کے قرآنی احکامات پر عمل کیا۔وہ اس عہد میں تحریک تحفظِ ناموس رسالت کے سپہ سالار تھے۔آج وہ دنیا میں نہیں ہیں تو ہمیں ان کے روشن کیے ہوئے

چراغوں کی روشنی میں اپنے سفر کو آگے اور مزید آگے جاری رکھنا چاہئے۔ ہمیں اپنی منزل کا تعین کرنا چاہئے کہ ہم اتحادِ اُمت کے خواب کو شرمندۂ تعمیر کریں گے اور پاکستان کو نظامِ مصطفےٰ کا گہوارہ بنا کر دم لیں گے۔ (ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۵)

مولانا شاہ احمد نورانی کی دینی و تبلیغی خدمات

پرچم بردارِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ

آج وہ شخصیات کہاں نظر آتی ہیں جن کے رگ و پے میں مستیِ کردار خون کی طرح محوِ گردش ہو جن کا قلب عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار جن کی صورت و سیرت سنت نبوی ﷺ کی عملی تصویر ہوں جن کا کردار و گفتار اللہ کی برہان، جو مسند تدریس کی زینت ہوں یا مسند ارشاد کا فخر۔ بہرصورت اپنے فرض کمالات کی خوشہ چینیوں کو دنیا کی امامت کے پیش نظر صداقت، عدالت، سخاوت، شجاعت اور حق گوئی و بے باکی جیسے اوصاف سے متصف دیکھنے کے خواہاں ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک بلند نگاہ، دلنواز سخن، پرسوز جان، قہاری و غفاری اور قدوسی و جبروتی صفات سے مزین میر کارواں اُمت مسلمہ کو میسر رہے، اُمت بحفاظت تمام سوئے منزل محوخرام رہی، لیکن جونہی وہ نظروں سے اُوجھل ہوئے سفینۂ اُمت گردابِ بلا میں ہچکولے کھانے لگا۔

عبقری زماں، نابغۂ عصر قائد ملّتِ اسلامیہ، فخر اہل سنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ العزیز کا شمار بھی ایسی ہی شخصیات میں ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ' نے آپ کے دامن شخصیت کو بے شمار محاسن اور خوبیوں کے گوہر ہائے آبدار سے لبریز کر رکھا تھا۔ آپ بیک وقت مفکر، مناظر، مفسر، مبلغ، محقق، مصنف، سیرت نگار بھی تھے۔ آپ بہترین خطیب، قاری، حافظ، دنیائے اسلام کے روحانی پیشوا تھے، آپ کی خطابت سے ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں مسلمان راہ طریقت طے کر کے معرفت کے بلند مقام پر پہنچے۔ آپ مذہبی رواداری کے پاسدار اور اتحاد بین المسلمین کے داعی، سچائی کے خوگر، امن اور آشتی کے پیامبر، اخلاق نبوی، علم و فضل، کمال عجز و انکساری کے پیکر تھے۔ غیرت اسلامی، مہمان نوازی، قناعت، متانت، وضع داری، ژرف نگاہی، گفتگو میں شیرینی، راست فکری، صبر و رضا، حلم و حیا، زہد و تقویٰ بھی آپ کے

گلشن کے مہکتے پھول تھے۔ان کی گفتار سحر بیانی ایسی مؤثر ہوتی تھی کہ غیر مسلم جب سنتا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔آپ نے اپنی سیاست کا لوہا منوایا۔آپ کا ختم نبوت کے مسئلہ میں قادیانیت کو ساری دنیا میں غیر مسلم قرار دلوانا عظیم کارنامہ ہے۔آپ نے ۱۹۷۳ء کے آئین میں عقیدۂ ختمِ نبوت، تحفظ مقام مصطفیٰ کے لیے قوانین پاس کروائے۔آپ کی صداقت و امانت پر اپنے اور پرایوں کو یقین کامل تھا، وہ بھی آپ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے تھے۔

آپ کے روشن کردار میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا مجاہدانہ کردار نظر آتا ہے یقیناً آپ کی جدائی سے عالم اسلام عطیۂ خداوندی سے محروم ہو گیا۔وہ سایہ جو اُمّتِ مسلمہ پر افگن تھا اُٹھ گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص پورے عالم کو ویراں کر گیا

(انوارِ رضا،ص ۲۲۶)

ورلڈ اسلامک مشن: تبلیغ اسلام، عالم اسلام

جہاں تک عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کی ضرورت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ بہت زیادہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر لوگ بے پناہ تشنگی رکھتے ہیں کہ وہ دینی تفہیم اور رہنمائی کے طالب ہیں۔خاص طور پر وہ ممالک کہ جہاں تقریباً گزشتہ تیں چالیس سال کے عرصہ میں مسلمان آباد ہوئے ہیں، بالخصوص برعظیم کے لوگ جن میں پاکستان اور بھارت کے مسلمان آباد ہو گئے ہیں مثلاً امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور یورپ کے بعض حصے، سنگاپور، ہانگ کانگ وغیرہ کے علاقے شامل ہیں، ان ممالک میں حکومتیں صرف غیر مسلم ہیں بلکہ عیسائی ہیں۔اگر غیر مسلم حکومت ہو سیکولر ہو تو برداشت ہو جاتی ہے مگر عیسائی حکومتیں اپنے مذہب کی سرپرستی کرتی ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کے ممالک میں جو مسلمان آ کر آباد ہوئے ہیں اگر ان کو وہ عیسائی نہ بنا سکیں تو آئندہ نسل کو عیسائی ضرور بنا لیں۔اس صورتِ حاصل میں ورلڈ اسلامک مشن نے اسلام کا دفاعی پروگرام

ترتیب دیا کہ اگر ہم ان عیسائی حکومتوں کو حق قبول کرنے پر آمادہ نہ کر سکیں تو کم از کم اپنی اس نسل کو بچانے کے لیے جدوجہد ضرور کریں۔ بعض لوگوں کے نزدیک تبلیغ دین کا تصور صرف اتنا ہے کہ تھوڑا بہت دین کا ذکر کر دیا جائے دین کا کچھ نام آ جائے تو اس کو تبلیغ سمجھ لیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان عیسائی ملکوں میں آباد مسلمانوں کو بچانے کے لیے پاکستان کے علماء کی کوئی ذمہ داری نہیں حال آں کہ یہ ایک غلطی ہے۔

وہ مسلمان لوگ جو ان ممالک میں جا کر آباد ہو گئے ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ان کے ایمان کی حفاظت، دینی راہنمائی اور ان کے بچوں کو کفر سے بچانا ہماری بھی ذمہ داری اور مذہبی فریضہ ہے۔ ان لوگوں کی راہنمائی کے لیے ورلڈ اسلامک مشن، مساجد اور ابتدائی دینی تربیت کے مراکز دینی مدارس کے قیام سے ان کی راہنمائی کر رہا ہے تا کہ گرجا گھر ان بچوں پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

ورلڈ اسلامک مشن میں آپ نے نیدرلینڈز، فرانس، بیلجیم، برطانیہ، ناروے، ماریشیس، جرمنی، کینیڈا، امریکہ، جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ، جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ میں تعلیمی مراکز قائم کیے۔ آپ کے اس مشن سے امریکہ کے چالیس پچاس لاکھ مسلمانوں میں ساٹھ فیصد مسلمان دینی شعور سے آراستہ ہیں۔ ماریشیس میں موجود ایک سو میں سے ستر (۷۰) سے زائد مساجد اور مدارس اور برطانیہ کی پانچ سو میں سے ایک سو مساجد تعمیر کروائیں۔ آپ کے زیر انتظام دنیا بھر میں تقریباً ساٹھ (۶۰) دینی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔

یورپ اور افریقہ میں چند تعلیمی ادارے

آپ نے جزیرہ ماریشیس، جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن، سری لنکا میں، اور ۱۹۸۴ء میں نیدر لینڈز کے دارالحکومت ھیگ میں، دارالعلوم کے نام سے کالجز قائم کیے۔ ھیگ کا کالج ترقی پزیر ہے جس میں اسی (۸۰) بچے زیر تعلیم ہیں۔ ان ممالک میں تعلیم مفت اور لازمی ہے۔ آپ نے ھیگ میں اس لیے دارالعلوم قائم کیا کہ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ پورے یورپ

میں دینی تبلیغی کام کریں گے۔ ڈربن میں دارالعلوم علیمیہ ہے۔ ماریشیس میں تقریباً نوے (۹۰) مساجد قائم کی گئیں۔ پورے براعظم افریقہ میں بیس (۲۰) مراکز قائم ہیں۔ ایک مرکز ساؤتھ امریکہ میں ہے۔ ناروے کے دارالسلطنت آسلو میں ورلڈ اسلامک مشن کی تعمیر جاری ہے۔ انگلستان میں بھی ایک مرکز قائم ہے۔ دارالحکومت ھیگ کے بعد ایمسٹرڈیم میں بھی ایک مسجد جامع طیبہ قائم کی گئی یہ اس شہر کی تاریخ میں پہلی مسجد ہے جسے ورلڈ اسلامک مشن نے تعمیر کیا۔ ھیگ میں دارالعلوم کے علاوہ ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ یورپ میں کل آٹھ دارالعلوم ہیں جن میں ایک ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آپ نے تبلیغ اسلام کے لیے صحافت کو بھی ذریعہ بنایا۔ عربی زبان میں ایک ماہنامہ ''الدعوۃ'' اور انگریزی زبان میں ''دی میسج انٹرنیشنل'' بھی نکالے جاتے ہیں۔ آپ اس ماہنامہ کے چیف ایڈیٹر بھی رہے۔ (افکارِ نورانی، ص ۲۷۳-۲۷۵)

ورلڈ اسلامک مشن کی شائع کردہ کتابیں

ورلڈ اسلامک مشن نے کراچی سے نو مختلف موضوعات پر تقریباً ایک لاکھ کتابیں شائع کی ہیں مگر مختلف ممالک میں اس مشن کی شاخوں نے ان کو مزید شائع کیا۔ اب تک ان کی کل تعداد تقریباً دس لاکھ ہو گئی ہے۔ یہ تمام کتابیں مفت ہیں۔ حتیٰ کہ ڈاک کا خرچ بھی نہیں لیا جاتا۔ ان کتابوں میں اسلام کی ابتدائی تعلیمات پر زور دیا گیا ان میں نماز کے احکام، فوائد وغیرہ پر مشتمل مواد ہے۔

(افکارِ نورانی، ص ۲۷۷)

ورلڈ اسلامک مشن کی شاخیں

ورلڈ اسلامک مشن کی شاخیں جن ممالک میں قائم کی گئیں ان میں پاکستان، بھارت، سری لنکا، انڈونیشیا، تنزانیہ، پرتگال، صومالیہ، جنوبی افریقہ، سینی گال، نائیجیریا، مصر، شام، عراق، افغانستان، مغربی جرمنی، نیدرلینڈز، انگلینڈ، امریکہ، سرینام، ڈچ گیانا، ارجنٹائن، سعودی عرب

الدعوة

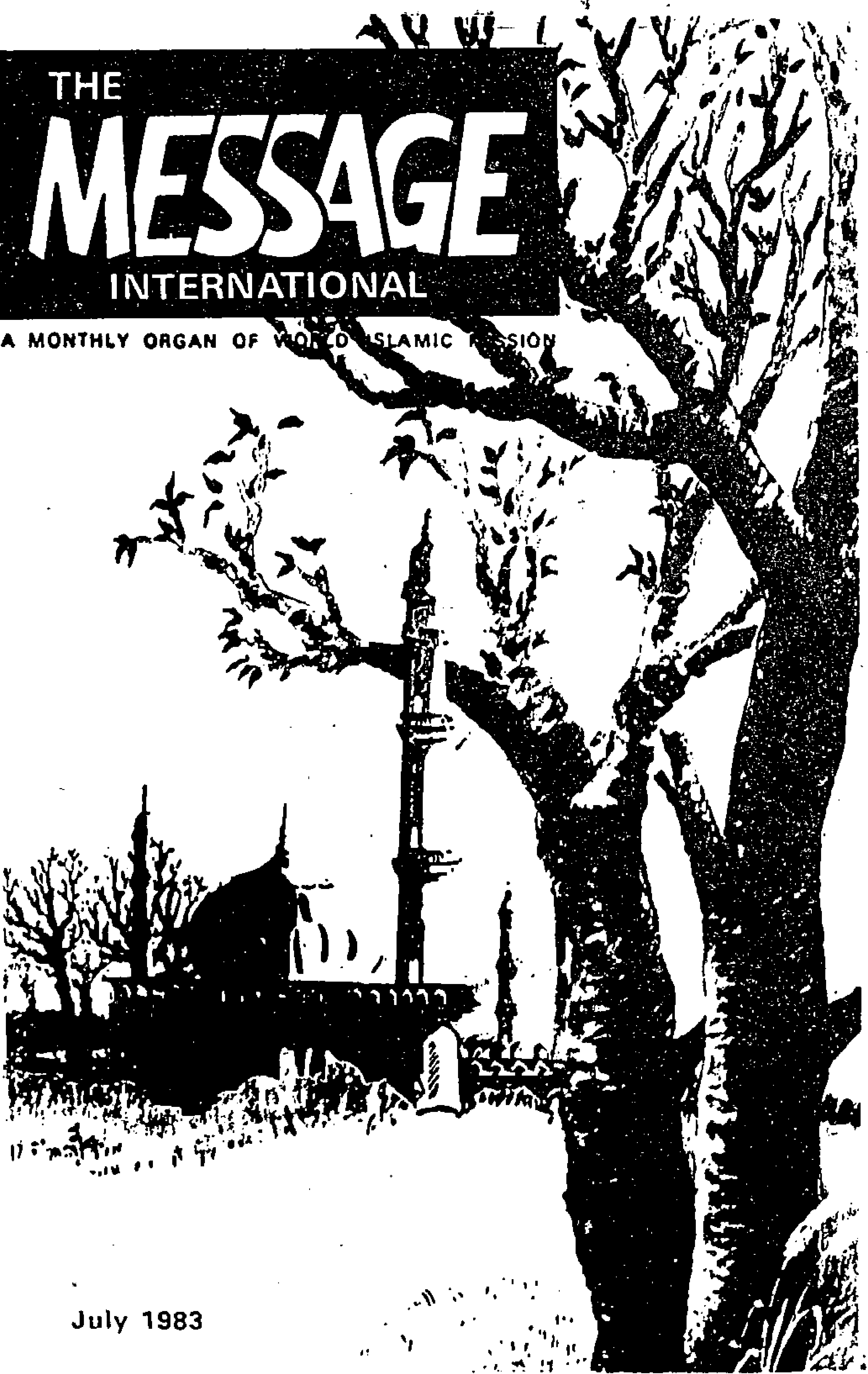
مجلة اسلاميه شهريه
العدد الثامن نومبر ١٩٨١ ع
موافق محرم الحرام ١٤٠١ ھ
تصدرها
الجمعية الدعوة الاسلاميه العالميه
كراتشی

يشرف عليها
الداعی الاسلامی الكبير فضيلة الشيخ
الشاه احمد النورانی الصديقی
يديرها
ابو اسحاق جلال الدين احمد نوری

: ترسل :
جميع المراسلات والشيكات
على العنوان التالی :

WORLD ISLAMIC MISSION TRUST PAKISTAN
907, 9th Floor, Uni Tower,
I. I. Chundrigar Road,
Karachi - 2
Tel: 232555

ماہوار رسالے "الدعوۃ" کے سرورق کا عکس مطبوعہ نومبر ۱۹۸۱ء



" دی میسیج اِنٹرنیشنل " کے شمارے کے بیرونی سرورق کا عکس (جولائی ۱۹۸۳ء)

THE
MESSAGE
INTERNATIONAL

A MONTHLY ORGAN OF WORLD ISLAMIC MISSION

A monthly journal devoted to the propagation of Islam and the school of jurisprudence and the institution of the people of Traditions and of the Congregation (Ahle Sunnat wa Jam'at).

In the memory of: HIS EMINENCE MOULANA SHAH MOHAMMAD ABDUL ALEEM SIDDIQUI (RA)

Mg. Editor	*Executive Editor*
M.A. Siddiqui, *M.A. (Econ.)*	Prof. Naim Jamali

Vol. III — **No. 29**
RAMZAN 1403 A.H. — **July, 1983**

CONTENTS

PRICE PER COPY (Pakistan) Rs. 10.00 Foreign Countries—US $2.00

SUBSCRIPTION RATES

Annual Subscription (Pakistan) Rs. 120.00
By Sea Mail All foreign Countries —US $12

BY AIR MAIL—WITH POSTAGE:—

Africa	— U.S. $ 30
Australia	— U.S. $ 48
Asia & Europe	— U.S. $ 30
U.S.A. South	— U.S. $ 48
U.S.A. North	— U.S. $ 50

ماہنامہ "دی میسج انٹرنیشنل" کا اندرونی صفحہ (شمارہ رمضان ۱۴۰۳ھ)

اورٹرینی ڈاڈ ٹوباگو شامل ہیں۔ (قائد تحریک نظام مصطفیٰ، ص ۸۲)

اسلام کی تبلیغ کے لیے دنیا بھر کے دورے

مولانا امام شاہ احمد نورانی کا شمار پاکستان کی ان چند شخصیات میں ہوتا ہے جن کا خاندان نسل درنسل لوگوں کو دین کا شعور دیتا چلا آ رہا ہے۔ برعظیم کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں چند ہی ایسے خاندان دکھائی دیتے ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام تھا۔ وہ ہر وقت دین میں مکمل مغلوب دکھائی دیتے ہیں، جس مقام پر بھی رہے شب و روز دین کی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔

مولانا امام شاہ احمد نورانی نے بھی اپنے خاندان کی روایت کو قائم رکھا۔ آپ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے دنیا بھر کے دورے کیے۔

۱۹۵۷ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت علامہ قاضی ضیاء الدین بابا خانوف، مفتی اعظم روس کی خصوصی دعوت پر روس کا تبلیغی دورہ کیا اور سوشلسٹ معاشرہ کا مطالعہ کیا۔ یہاں انہوں نے ازبکستان، تاشقند، سمرقند، بخارا کے مقبوضہ علاقوں کے مسلمانوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے کے لیے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اور طاقتور سوشلزم کے زمانے میں اپنے رابطوں کو مسلسل مستحکم رکھا۔

۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا خیر سگالی دورہ کیا۔

۱۹۶۰ء میں تبلیغی دورہ کے لیے مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشیس گئے۔

۱۹۶۱ء میں مولانا نورانی نے سری لنکا اور شمالی افریقہ کا دورہ کیا۔

۱۹۶۲ء میں نائیجیریا کے وزیراعظم احمد د بیلو شہید کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے اور ان کے ذاتی مہمان کی حیثیت سے تین ماہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ نیز صومالیہ، کینیا، ٹانگانیکا، یوگنڈا اور ماریشیس بھی گئے یہ مولانا نورانی کے عالم شباب کا زمانہ تھا جب بڑے بڑے مبلغ اسلام اور قائد ہونے کے دعویدار گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے۔

۱۹۶۳ء میں مولانا نورانی نے ترکی، فرانس، مغربی جرمنی، برطانیہ، ماریشیس، نائیجیریا اور اسکینڈے نیوین ممالک (ناروے، سویڈن، ڈنمارک) کا تبلیغی دورہ کیا اور اسی سال چینی



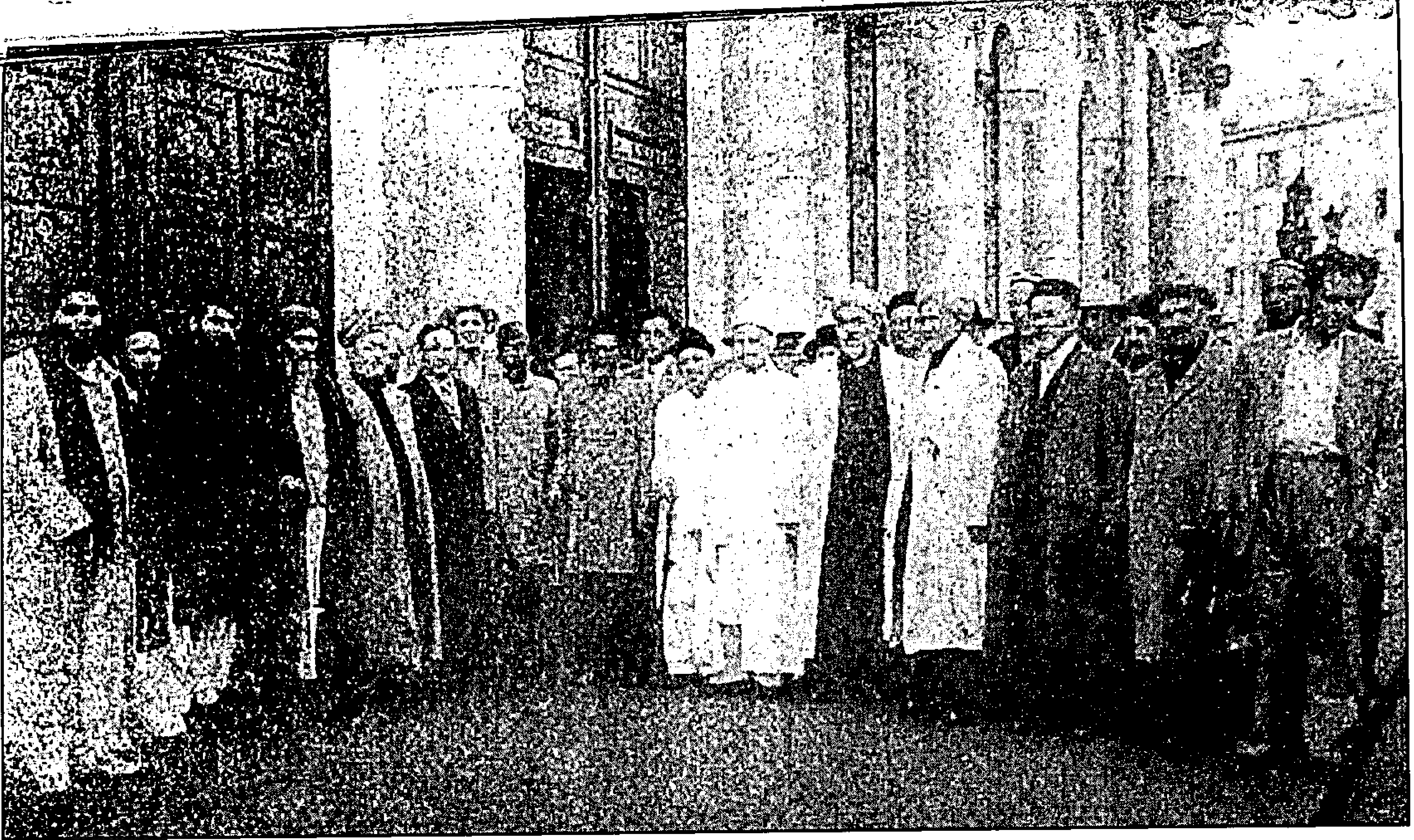
حضرت خواجہ عبد بیرون صحابی رسول ﷺ کے مزار پر حاضری (مولانا نورانی بائیں طرف پہلے)



اسٹالن آباد پر ہوائی جہاز سے اُترنے کے بعد کا منظر (دائیں جانب شروع میں مولانا نورانی)



ارکان وفد ماسکو یونیورسٹی کے دروازہ پر
(مولانا نورانی دائیں سے تیسرے، مولانا بدایونی دائیں سے چوتھے)



لینن گراڈ کے ریلوے اسٹیشن پر وفد کا استقبال (مولانا نورانی انتہائی بائیں جانب)

مسلمانوں کی دعوت پر عوامی جمہوریہ چین کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔

۱۹۶۳ء میں آپ کی شادی ہوئی مگر اسی عرصہ میں بھی آپ کے شب و روز اشاعت اسلام کی مصروفیت میں گزرے۔ اسی دوران میں یوگنڈا، ماریشیئس، کینیا، صومالیہ میں شمع اسلام کو روشن کیا۔

۱۹۶۴ء میں امریکہ، کینیڈا اور جنوبی امریکہ کا تفصیلی دورہ کیا۔

۱۹۶۸ء میں مناظرہ۔ اسلامک ریویو لندن کے قادیانی ایڈیٹر سے ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو میں ساڑھے پانچ گھنٹے مناظرہ کیا۔ بالآخر وہ کتابیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

۱۹۶۹ء میں مولانا نے پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا بیان قادیانی فتنہ پر دیا اور عالمِ اسلام کے خلاف قادیانیوں کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور پوری قوم کو دعوت دی اور فتنہ قادیانی سے نمٹنے کے لیے بھرپور لائحہ عمل مرتب کیا۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے پاکستان کی جانب سے کراچی سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا اور پہلی ہی جست میں کامیاب ہو کر سیاست کے میدان میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے درمیان مذہبی طاقت کو تسلیم کروایا۔

۱۹۷۱ء میں علامہ نورانی نے سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کا تقریباً ڈیڑھ ماہ کا دورہ کیا۔

۱۹۷۲ء میں فتنۂ مرزائیت پر قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ اسی سال آپ نے مکۃ المکرمہ جا کر الدعوۃ العالمیۃ الاسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کو اس کا چیئرمین اور فاتح نجدیت علامہ ارشد القادری کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

فروری ۱۹۷۳ء میں علامہ نورانی متحدہ جمہوری محاذ (U.D.F) کے چیئرمین منتخب ہوئے اور ذوالفقار علی بھٹو کے مقابل پاکستان کی وزارت عظمٰی کے انتخاب میں حصہ لیا۔

۱۹۷۴ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے بریڈفورڈ (برطانیہ) کے سینٹ کے جارجز ہال میں ایک عظیم الشان عالمی کانفرنس کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں مختلف ممالک کے پچاس علماء،

شریک ہوئے، کانفرنس میں مولانا کو ورلڈ اسلامک مشن کا چیئرمین منتخب کیا گیا اس موقع پر مولانا نے چوبیس (۲۴) ملکوں میں مشن کی شاخوں کے قیام کے لیے کنوینر مقرر کیے جن میں پاکستان، بھارت، سری لنکا، انڈونیشیا، تنزانیہ، پرتگال، صومالیہ، جنوبی افریقہ، سینی گال، نائیجیریا، مصر، شام، عراق، افغانستان، مغربی جرمنی، فرانس، نیدرلینڈز، انگلینڈ، امریکہ، سرینام، ڈچ گیانا، ارجنٹائن، سعودی عرب اور ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو شامل ہیں۔

۱۹۷۵ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین کی حیثیت سے مولانا عبدالستار خان نیازی، پروفیسر شاہ فرید الحق، علامہ ارشد القادری پر مشتمل وفد کی قیادت کرتے ہوئے امریکہ، افریقہ اور یورپ کا دورہ کیا۔ مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کی حاضری اور حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یہ وفد جدہ سے نیروبی (کینیا، افریقہ) پہنچا جہاں جامع مسجد کھبراہ (مسجد کبریٰ؟) میں عربی زبان میں مولانا نے خطاب کیا۔ اس دورے کے دوران نیروبی ٹی۔وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ افریقی ممالک میں قادیانی اسلام کا نام لے کر مصروف کار ہیں۔ درحقیقت وہ ان ملکوں کے اتحاد کو کمزور کر رہے ہیں۔ افریقہ کے مختلف ممالک کا اٹھارہ (۱۸) روزہ دورہ کرنے کے بعد یہ وفد برطانیہ روانہ ہو گیا، جہاں دو ہفتے قیام کے بعد وفد نے امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، مغربی جرمنی، اسپین، تونس، لیبیا، الجزائر، مصر اور ترکی کا تبلیغی دورہ کیا۔

اس دورے میں مولانا اور ان کے وفد نے ایک لاکھ میل سے زائد کا سفر طے کیا اور چھے سو (۶۰۰) سے زائد تقاریر کیں۔

۱۹۷۶ء میں جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے پاکستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔

۱۹۷۸ء میں جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن کا تفصیلی دورہ کیا اس موقع پر کیپ ٹاؤن کے میئر نے آپ کو "سفیر اسلام" کا خطاب دیا۔

۱۹۷۹ء میں برطانیہ کے شہر برمنگھم میں نظامِ مصطفےٰ کانفرنس میں بصیرت افروز خطاب کیا۔

۱۹۸۰ء میں نیویارک سٹی، سرینام، آئس لینڈ، کولمبیا، زمبابوے، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور

ہانگ کانگ کا دورہ کیا۔ یونیورسٹی کی ایک پروفیسر خاتون نے آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

۱۹۸۲ء میں مارشیئس کے تبلیغی دورے کیے۔

۱۹۸۳ء میں جنوبی افریقہ، لندن اور نیدرلینڈز کے تبلیغی دورہ کے لیے تشریف لے گئے۔

۱۹۸۴ء میں برطانیہ، مارشیئس اور ممبئی کے دورہ پر تشریف لے گئے۔

۱۹۸۶ء میں جرمنی، عراق، سوئزرلینڈ اور کئی دیگر ممالک کا دورہ کیا۔

۱۹۸۸ء میں برطانیہ کے اندر ایک عظیم جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۹۸۹ء میں بھارت کا دورہ فرمایا اس سال لیبیا بھی تشریف لے گئے۔

۱۹۹۶ء میں ناروے کے دارالحکومت آسلو میں پہلی مسجد کا افتتاح کیا۔

(افکارِ نورانی، ص ۳۰-۳۱)

مولانا کی سرپرستی میں دنیا کے مختلف ملکوں میں سرگرم عمل ادارے

مولانا شاہ احمد نورانی نے دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلامی خدمات سرانجام دیتے ہوئے بہت سے اسلامی ادارے قائم کیے۔ آپ نے اس امر کے لیے تمام براعظموں کے دورے کیے۔ اور ایسے ادارے قائم کر کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔

اس وقت بھی مولانا کی سرپرستی میں مختلف ادارے دنیا کے مختلف ملکوں میں کام کر رہے ہیں جن کے نام ذیل میں درج ہیں:

۱۔ حلقہ قادریہ علیمیہ، اشاعت اسلام، مارشیئس

۲۔ علیمیہ اسلامک مشن کالج، مارشیئس

۳۔ علیمیہ دارالعلوم اور ورلڈ اسلامک مشن، مارشیئس

۴۔ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام، سیلون، سری لنکا

۵۔ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ، جارج ٹاؤن، امریکہ

۶۔ سری نام مسلم ایسوسی ایشن، ساؤتھ افریقہ

۷۔ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن، گیانا

۸۔ اسلامک مشنریز گلڈ، ساؤتھ امریکہ

۹۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی، ملائیشیا

۱۰۔ حنفی مسلم سرکل، پریسٹن برطانیہ

۱۱۔ دارالعلوم جامعہ مدینۃ الاسلام، ھیگ، نیدرلینڈز

۱۲۔ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی، یو۔پی، انڈیا اور

۱۳۔ ورلڈ اسلامک مشن، پاکستان (وغیرہ)

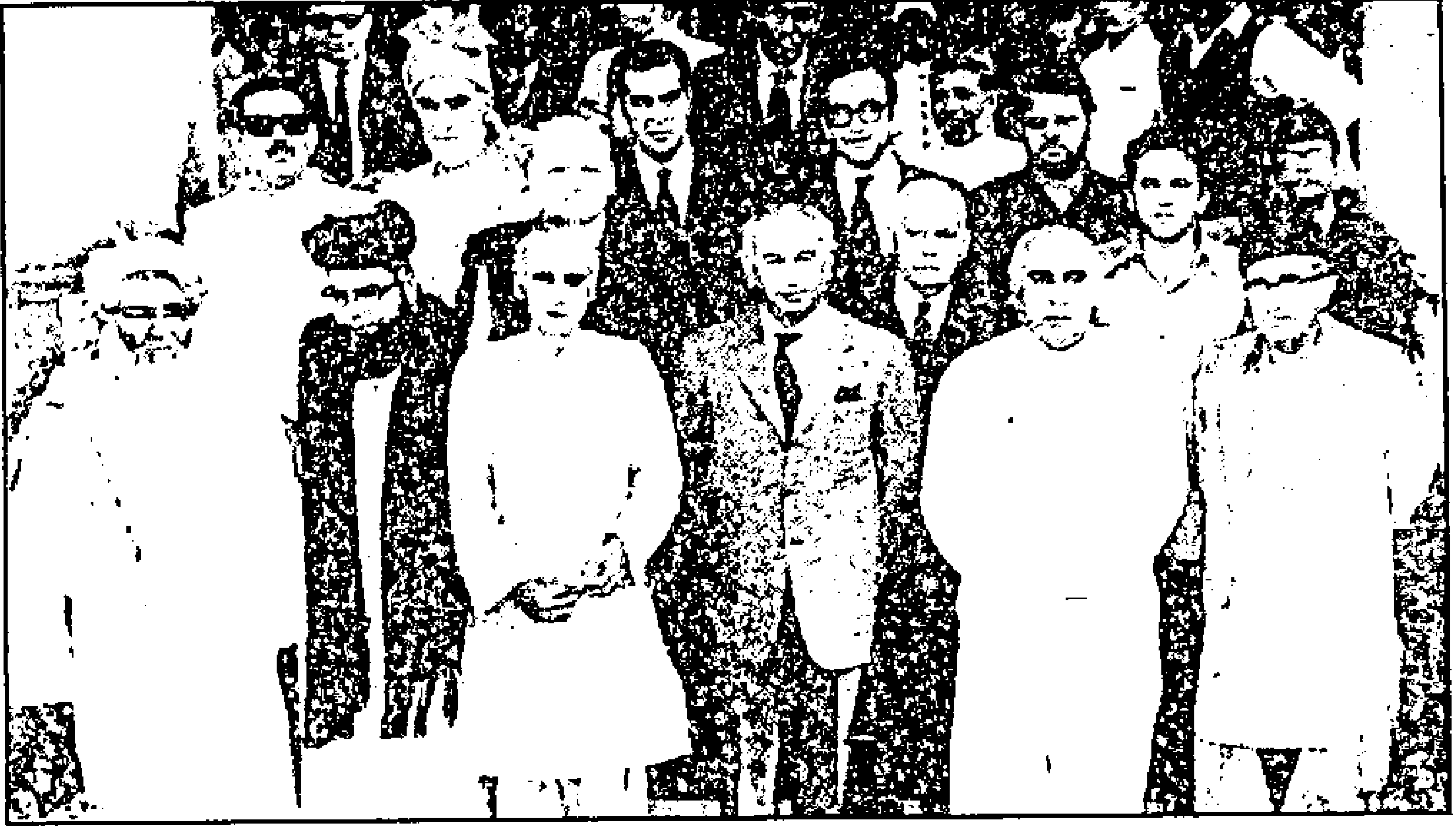
(عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، ص ۱۴۹ و ۱۵۰)

ایک متعدل مذہبی سیاست داں

مولانا شاہ احمد نورانی نے جہاں مذہبی پیشوا اور راہنما کی حیثیت میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں تو خار دار سیاست میں بھی ان کی معتدل سیاسی فکر اور پرامن جدوجہد نے پاکستانی سیاست میں روایات کو جنم دیا۔ انہوں نے ممتاز ترین حیثیت میں بھی اپنی اور اہل خانہ کی زندگیوں کو آسائشوں سے دور رکھا۔ آپ نے تمام عمر کرائے کے فلیٹ میں گزاری، اس کے برعکس ان کے سامنے مذہبی رہنماؤں کی حیثیت حاصل کرنے والے سیاست دانوں نے پاکستان کی سیاسی گنگا میں ہاتھ دھوئے۔ ان کے لیے مولانا شاہ احمد نورانی مذہبی قیادت کی روشن مثال تھے۔ ان کی اچانک وفات کے بعد پاکستان ایک تجربہ کار سیاسی قیادت اور تجربہ کار قدآور شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

سیاست میں مذہبی امور کی حفاظت کے لیے گراں قدر خدمات

مولانا نورانی عصر حاضر کے مذہبی راہنماؤں میں اپنے علم کی بدولت نمایاں ترین شخصیت



۱۹۷۲ء ایوانِ صدر راولپنڈی: ۱۹۷۳ء کے آئین کی منظوری سے قبل لی گئی یادگار تصویر، صدر ذوالفقار علی بھٹو، بائیں طرف سردار شوکت حیات، مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی محمود، دائیں طرف میر غوث بخش بزنجو، گورنر بلوچستان، ارباب سکندر خلیل، گورنر سرحد، سردار شیر باز مزاری، یحییٰ بختیار، عبدالحفیظ پیرزادہ، پروفیسر غفور احمد، مولانا کوثر نیازی، شیخ رشید احمد اور دیگر



پاکستان کی تاریخ کے متفقہ دستور ۱۹۷۳ء پر دستخط کرتے ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو، سردار شوکت حیات خان، سردار شیر باز مزاری، مولانا شاہ احمد نورانی، ارباب سکندر خلیل، گورنر سرحد۔ میر غوث بخش بزنجو، گورنر بلوچستان۔ مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد



مولانا شاہ احمد نورانی اور قاضی حسین احمد



لاہور میں ملی یکجہتی کونسل کے سربراہی اجلاس میں مولانا نورانی خطاب کر رہے ہیں۔ قاضی حسین احمد، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا اسفندیار خان، آغا مرتضٰی پویا، سینیٹر سمیع الحق، علامہ ساجد نقوی، مولانا حنیف جالندھری، پیر اعجاز ہاشمی، مولانا اجمل خان، مولانا اجمل قادری شریک ہیں۔

ہے۔۱۹۶۸ء میں مولانا شاہ احمد نورانی ایسے مذہبی راہنما کے طور پر سامنے آئے جو احمدی فرقہ کے خلاف متحرک ہوئے۔آپ نے ۱۹۶۸ء مین لندن میں ایک احمدی راہنما سے مناظرہ کیا۔۱۹۶۹ء میں آپ نے پاکستان آ کر احمدی فرقہ کے خلاف سخت بیان جاری کیا جس میں قوم کو اس فرقہ کے خلاف مشترکہ لائحۂ عمل اپنانے کی تلقین کی۔اسی سرگرمی میں ۱۹۷۰ء کے انتخابات آئے تو وہ جمعیت علمائے پاکستان کے اُمیدوار کے طور پر اپنے پہلے انتخابی معرکہ میں کراچی سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔۱۹۷۵ء میں پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون ساز ادارے سینیٹ کے وجود میں آنے کے بعد ایوان بالا کے رکن منتخب ہوئے۔

۱۹۷۳ء میں دستور کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے تاریخی کردار ادا کیا اور دو سو اسی (۲۸۰) دفعات کے آئین میں دو سو آٹھ (۲۰۸) ترامیم پیش کیں۔۱۹۷۲ء کے عبوری آئین میں مسلمان کی تعریف کا تعین کروایا جس میں مسلمان کے لیے حضرت محمد ﷺ پر بطور آخری رسول ایمان رکھنا شرط قرار پایا اور احمدی فرقے پر قومی اسمبلی میں زوردار خطاب کیا۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں مولانا کا کردار خاص اہمیت کا حامل رہا جب انہوں نے اسلام پسند قوتوں، سوشلزم اور جمہوریت کی علمبردار سیاسی جماعتوں کے درمیان کامیاب سمجھوتے کو ممکن بنانے میں مدد دی۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل ہوئیں۔قومی اسمبلی میں وہ احمدی فرقے کے خلاف سرگرم عمل رہے۔۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو انہوں نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کی جس کے تحت بعد میں احمدی فرقہ کو پاکستان میں غیر مسلم قرار دیا گیا۔۲۳ رمارچ ۱۹۹۵ء کو انہوں نے جماعت اسلامی کے قائد قاضی حسین احمد، جمعیت علماء اسلام کے مولانا سمیع الحق، اہل حدیث کے مولانا ساجد میر، شیعہ رہنما ساجد نقوی، اپنی جماعت کے دوسرے دھڑے کے رہنما مولانا عبدالستار نیازی، سپاہ صحابہ کے مولانا ضیاء القاسمی وغیرہ کے ہمراہ، ملی یکجہتی کونسل کی بنیاد رکھی تاکہ فرقہ وارانہ قتل و غارت کو روکا جائے۔اور شیعہ اور سنی فرقوں کے درمیان امن قائم کیا جائے۔

بعد میں یہی ملی یکجہتی کونسل (جنوری ۲۰۰۲ء میں) آج کی متحدہ مجلس عمل کے قیام کا باعث بنی جس نے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے عام انتخابات میں صوبہ سرحد اور بلوچستان میں حیران کن کامیابی حاصل کی اور فروری ۲۰۰۳ء میں مولانا شاہ احمد نورانی ایوان بالا سینیٹ کے انتخابات میں سینیٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ پاکستان میں سیکولر اور لبرل سیاست کے مقابلے میں مولانا نورانی مذہبی بنیاد پر کی جانے والی سیاست کے علمبردار تھے۔

ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹرین کے طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، ان کی سادگی، متانت، خوش مزاجی اور خوش گفتاری یادرہ جانے کی باتیں ہیں۔ ان کی وفات سے پاکستان کی سیاست ایک روایتی سیاست داں سے محروم ہوگئی ہے۔ (فیملی میگزین، ۲۱ر تا ۲۷ر دسمبر ۲۰۰۳ء)

۱۹۵۳ء میں کراچی میں محاذِ ختم نبوت میں مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر علماء کرام کے ساتھ مل کر تحریک ختم نبوت میں شریک ہوئے اور گیارہ رکنی بورڈ کے ممبر بنے۔

۱۹۷۲ء میں ۱۵ر اپریل کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کو اساس اسلام قرار دینے کا نعرہ بلند کیا۔ مولانا کی بصیرت ایمانی، اور قادیانی فتنہ کے خلاف ملک کے سب سے بڑے قانون ساز ادارے میں آواز اُٹھانا، ایک تاریخ ساز فیصلے کی بنیاد بن گیا جب بدرجہ آخر قومی اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دینے کا ایمان افروز اعلان کر دیا۔ ختم نبوت کے مسئلہ پر عوام الناس کی آگاہی کے لیے آپ نے تین ماہ میں تقریباً چالیس (۴۰) ہزار میل کا دورہ کیا۔

۱۹۷۷ء میں تحریک نظامِ مصطفیٰؐ کے لیے بھرپور کام کیا اور نظامِ مصطفیٰؐ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰؐ کے تحفظ کو جمعیت العلمائے پاکستان کی منزل قرار دیا۔

(روزنامہ پاکستان، لاہور، ۱۳ر دسمبر ۲۰۰۳ء)



مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ مجلسِ عمل کے ایک اجلاس میں دوسرے رہنماؤں کے ساتھ



حافظ حُسین احمد، مولانا سمیع الحق، مولانا ساجد میر، مولانا فضل الرحمٰن، اسلم سلیمی اور قاضی حُسین احمد۔ قائدِ ملّتِ اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی کی ایک یادگار تصویر

علامہ شاہ احمد نورانی کی سماجی خدمات

علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی خدمات ہی ان کی سماجی اور معاشرتی خدمات ہیں کیوں کہ جو کام انہوں نے دین کے لیے کیا اس سے مسلمانوں کو بہت سہولیات مہیا ہوئیں۔

کسی مسلمان کے لیے کوئی شخص اس سے زیادہ سماجی خدمات نہیں پیش کرسکتا کہ وہ ان کے لیے دین کو آسان اور ہر جگہ مہیا کرے۔ اسی بنیاد پر مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی زیادہ خدمات دین کی راہ میں پیش کیں۔ آپ نہ صرف اعلیٰ درجے کے مبلغ اور سیاست داں تھے بلکہ بلند کردار مسلمان بھی تھے۔ اپنی ذات کے بارے میں خودنمائی اور اپنے کارنامے اور خدمات کو پوشیدہ رکھنا پسند فرماتے تھے جس کی وجہ سے ان کی زندگی کے بہت سے گوشے پوشیدہ ہیں۔

ذیل میں آپ کے چند سماجی کارنامے پیش نظر ہیں:

آج دنیا نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بدولت تبلیغ کے لیے نت نئے طریقے اختیار کئے جارہے ہیں۔ یہود و ہنود کی بڑی بڑی تنظیمیں مختلف روپ دھار کر پوشیدہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے شبان روز کوشاں ہیں۔ ان حالات میں طویل عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عالمی سطح پر ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جو مسلمانوں کی دینی و روحانی ضروریات کو پورا کرے۔ بالخصوص ان مسلمانوں کے لیے جنہوں نے روزگار کے سلسلہ چالیس پچاس سال سے ہندوستان اور پاکستان کو خیر باد کہہ کر امریکہ اور یورپ کو اپنا مسکن بنایا۔ دن رات کی انتھک محنت سے انہوں نے مالی مشکلات سے تو چھٹکارا پالیا، لیکن ان کی آنے والی نسلوں کے لیے دین کا رشتہ برقرار رکھنا دشوار ہوگیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دین کے لیے ان کی تشنگی بڑھتی جارہی ہے۔ (مولانا نورانی ایک عالم، ایک سیاستدان، ص ۱۴-۱۵)

ایسے لوگوں کے لیے مولانا نورانی نے ایک ادارہ ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے قائم کیا جس کی کم وبیش پینتالیس (۴۵) اسلامی غیر اسلامی ممالک میں شاخیں موجود ہیں۔ اس ادارے نے آج تک مختلف موضوعات پر لاکھوں کتابیں مختلف زبانوں میں شائع کی ہیں۔ یہ کتب مفت تقسیم کی

جہاں بھی آپ تشریف لے گئے آپ کی تقریروں اور دوسری سرگرمیوں سے متاثر ہو کر ادارے دنیا بھر میں بے شمار مساجد، تعلیمی ادارے اور مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اسلامک سنٹر قائم ہوئے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے مختلف ملکوں میں جو تبلیغی، اسلامی، رفاہی، تعلیمی اور سماجی ادارے قائم کئے ان کے لیے آپ نے ایک ہی اصول ہمیشہ پیش نظر رکھا کہ جس ملک میں بھی (فنڈ) جمع کیا جائے وہاں کے ہی اداروں کے زیر استعمال لایا جائے گا۔ اس اصول کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پاکستان سے باہر ممالک میں ورلڈ اسلامک مشن نے بہت سے گرجے خرید کر مساجد تعمیر کیں اور اسلامک سنٹر بنائے جس کی وجہ سے طلبہ کو پاکستان آکر دینی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن نے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کی انفرادی واجتماعی امداد کی، انہیں تعلیمی وظائف دیئے، بیواؤں کی کفالت کا انتظام کیا، سندھ کے دور دراز علاقوں مثلاً تھر وغیرہ میں پانی کے لیے کنویں کھدوائے۔ مسلمان نادار بچیوں کی شادی کے انتظامات کئے اور ملک میں کسی بھی ناگہانی آفت کے موقعوں پر امدادی کارروائیاں کیں۔

آپ نے کراچی میں ایک ادارہ کلیۃ البنات قائم کیا جس میں بچیوں کو عالمہ کورس اور تنظیم المدارس تک تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ آپ کی بہن ڈاکٹر فریدہ احمد کی زیر نگرانی کام کر رہا ہے۔ گلشن اقبال کراچی میں چار ہزار مربع گز پر ایک عظیم الشان جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ اور دعوۃ کالج تعمیر کیا گیا۔ تحصیل سمندری میں ایک ڈے نائٹ ہسپتال قائم کیا جو لوگوں کی طبی امداد کر رہا ہے۔

کراچی میں آپ کی بہن ڈاکٹر فریدہ احمد کی سرپرستی میں خواتین اسلامک یونیورسٹی گلشن اقبال میں تعلیم و تربیت کا کام کر رہی ہے۔ آپ نے تنظیم المدارس اہل سنت کی سند ایم اے تک منظور کروائی اور جی ایچ کیو سے سنی مدارس منظور کروائے، جس کی بدولت افواج پاکستان میں اہل سنت ائمہ کا تقرر عمل میں آیا۔

۱۹۸۲ء میں برطانیہ میں چھ (۶) مساجد تعمیر کروائیں۔ ۱۹۸۸ء میں جامع مسجد لیسٹر



قائدِ اہلِ سُنّت امام شاہ احمد نورانی لیسٹر (برطانیہ) میں اسلامک سینٹر کے زیرِ اہتمام یورپ کی سب سے بڑی جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے

برطانیہ کا سنگ بنیاد رکھا جس کی تعمیر کا تخمینہ بیس (۲۰) لاکھ پاؤنڈ رکھا گیا۔۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ بھارتی حکومت اس کی تعمیر کی اجازت دے، اس کے اخراجات ورلڈ اسلامک مشن برداشت کرے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی دینی اور سماجی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ امن کے بھی سفیر تھے۔آپ نے ۱۹۸۷ء میں عراق کا دورہ کیا اور ایران وعراق جنگ بندی کے لیے کرنل قذافی سے تفصیلی ملاقات کی۔اس جنگ بندی میں آپ نے مؤثر کردار ادا کیا۔

۱۹۹۳ء میں آپ نے ورلڈ اسلامک مشن کی طرف سے صومالیہ کے قحط زدہ مسلمانوں کے لیے لاکھوں ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔(پاکستان پوسٹ، جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۳۹)

مولانا شاہ احمد نورانی نے ایمسٹرڈیم (نیدرلینڈز) میں پچیس (۲۵) ملین پاکستانی روپے کی لاگت سے جامع مسجد طیبہ کی تعمیر مکمل کرائی۔ یہ پہلی مسجد ہے جس میں پانچوں وقت لاؤڈ اسپیکر پر اذان دی جاتی ہے اس مسجد میں ایک بہترین لائبریری قائم کی گئی جس میں نیدرلینڈز کے پوپ کی جانب سے دیا گیا سو سال قبل ایک ڈچ کے ہاتھ کا عربی میں لکھا ہوا قرآن بھی موجود ہے۔

(رسالہ پیامِ حرم، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۹۸)

۱۹۸۳ء میں آپ نے ھیگ (نیدرلینڈز) میں ایک جامع مسجد کی ضرورت محسوس کی تاکہ مسلمان ایک ہی جگہ عیدین اور جمعہ کی نماز ادا کرسکیں۔اس سلسلے میں آپ نے لاکھوں روپے کی مالیت سے چار ہزار گز زمین خرید کر جامع مسجد کے لیے وقف کردی۔

(نورانی میاں کی تبلیغی مصروفیات، ص ۳۰)

آپ کے عظیم مشن ورلڈ اسلامک نے ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء میں پاکستان اور آزاد کشمیر میں آنے والے زلزلہ کے متأثرین کی امداد کے لیے لاکھوں روپے نقد، اجناس، کمبل، خیمے اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان مہیا کیا۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ غیر مسلم مشنری ادارے اپنی اپنی حکومتوں کے سرمائے کے زور پر تبلیغ کرتے ہیں، لیکن ورلڈ اسلامک مشن صرف زکوٰۃ، فطرہ، صدقات، عطیات اور قربانی کی کھالوں کے ذریعے حاصل ہونے والی رقوم سے ادارے چلاتا

ہے۔ (ورلڈ اسلامک مشن پاکستان ٹرسٹ، ص۲)

ورلڈ اسلامک مشن ڈربن (ساؤتھ افریقہ) نے عصر جدید کے معروف اشاعتی ذرائع کو تبلیغِ دین کے لیے استعمال کرنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ٹیپ لائبریری قائم کی جس نے مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے زمانے سے لے کر آج تک کے جملہ معروف علماء اسلام کی تقاریر کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹ لاکھوں کی تعداد میں پورے ساؤتھ افریقہ میں عام کیئے۔

اس کے علاوہ مختلف اسلامی کتب کی انگلش میں تالیف اور تراجم پیش کیے، جن میں علامہ ارشد القادری کی معرکۃ الآراء کتاب ''تبلیغی جماعت'' اور ''زلزلہ'' کا ترجمہ بھی شامل ہے نیز ساؤتھ افریقہ سے Voice of Islam کے نام سے ایک انگلش ماہنامہ بھی شائع ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ احوال و آثار، لاہور دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۱۱)

مولانا شاہ احمد نورانی نے تحفظ اسلام و تحفظ مقام مصطفےٰ کی خاطر جہاں دیگر میدانوں میں کام کیا وہاں تحریری میدان میں بھی اپنی جملہ مساعی بروے کار لائے چناں چہ آپ نے اسلام کی ابتدائی معلومات پر مشتمل لٹریچر اُردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد زبانوں میں شائع کر کے پاکستان اور بیرون پاکستان ان مقامات پر مفت تقسیم کرنے کے انتظامات کیے جہاں ایک عرصہ تک مشنری جوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر مفت تقسیم کروا رہے تھے۔

(نورانی میاں کی تبلیغی مصروفیات، ص ۳۵)

بعض حضرات اعتراض کرتے ہین کہ علامہ نورانی نے اپنے ملک میں وہ تبلیغی کام نہیں کیا جو انہوں نے بیروں ملک انجام دیا۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب کا یہ نظریہ تھا کہ اندرون ملک تو کام کرنے والے بہت سارے ادارے اور مدارس موجود ہیں جو بحسن و خوبی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بیروں ملک دعوتِ اسلام کا کام کیا جائے۔ چناں چہ آپ نے مقامی علماء کو اپنی اس تلقین کے ساتھ اندرون ملک دینی تبلیغ و دعوت کے کام پر مامور فرما دیا اور خود زیادہ وقت ملک سے باہر تبلیغ پر صرف کرتے تھے۔ (عالم اسلام کی عظیم شخصیت، ص ۱۷)



ایران، عراق جنگ بندی کے لئے اقوام متحدہ کے امن مشن کی صدر صدام حسین کے ساتھ ایک یادگار تصویر (۱۹۸۰ء)

(مولانا نورانی دائیں سے دوسرے)



لیبیا کے صدر کرنل قذافی اور امام شاہ احمد نورانی کی ایک یادگار تصویر



۱۹۸۹ء: اقوامِ متحدہ میں ایران عراق جنگ بندی کے لئے امن مشن کی ایک یادگار تصویر

1989, Iran & Iraq cease-fire mission in the U.N.O

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کو عام لوگ محض ایک سیاست داں یا مولوی خیال کرتے ہیں، لیکن ان کی حیاتِ مبارکہ کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے تو وہ سرتاپا ایک عاشق رسولؐ نظر آتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر شعبہ سیرت نبویؐ کا آئینہ دار ہے۔ اپنے احباب کو عشق نبیؐ میں رنگنے کے لیے نشستوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں لوگوں کی خاموشی سے مالی اعانت ان کا خاص وصف رہا۔ مساجد اور مدارس کی لاکھوں روپے سے مستقل سرپرستی کرتے رہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو خودداری اور مذہبی غیرت وحمیت کا درس دیا۔ (رسالہ ندائے انجمن، ص ۲٦)

باب سوم

مولانا شاہ احمد نورانی کے خطابات وتقاریر

خطباتِ نورانی

زبان کی فصاحت و بلاغت پیغمبری ورثہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی دین ہے جسے وہ چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔

تمام انبیائے کرام اپنے اپنے دور کے نہایت اونچے درجے کے خطیب اور فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیوں سے بہرہ ور تھے۔ مختلف الفاظ میں حکمت وموعظت کے دریا بھر دینا، پُرتاثیر گفتگو کے ذریعے دلوں میں انقلاب پیدا کر دینا، اندر کی کایا تبدیل کر دینا، آنکھوں سے اشکوں کے سیلاب بہا کر سبک بار کر دینا، اور وحی الٰہی کی تائید سے زبان ہی کے ذریعہ انسانی قافلوں کے رخ موڑ دینا ان کی خطابت کا معمولی کرشمہ رہا ہے۔

کوئی شک نہیں کہ گزشتہ ایک سو برس کے دوران برعظیم نے بڑے بڑے نامور خطیب پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے مولانا شاہ احمد نورانی اپنی طرزِ خطابت کے خود موجد تھے کوئی شک نہیں کہ ان کا اندازِ بیاں قرآن مجید سے ماخوذ تھا۔ الفاظ کے چناؤ، لہجے کے زیر و بم، معلومات کی فراوانی اور زبان پر حاکمیت نے ان کی خطابت میں ایک ایسی انفرادیت پیدا کر دی تھی جو سوائے انہی کے کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے دینی، تنظیمی، علمی، سماجی، سیاسی اور تحریکی جدوجہد پر بہت سی تقریریں کیں۔ ذیل میں ان تقریروں کا مختصر خاکہ بیان کیا جاتا ہے۔ (خطبات نورانی، ص ۱۱-۱۲)

خطبہ ا: عالم کفر کے مقابلے کے لیے ملتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

ماہ رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ قرآن مجید اللہ کا آخری کلام ہے اور صرف یہی وہ اللہ کا کلام ہے جو محفوظ ہے اور یہ ایک معجزہ ہے کیوں کہ آج تک جتنی کتابیں نازل ہوئیں وہ سب بدل چکی ہیں، لیکن نہ تو آج تک قرآن مجید بدل سکا اور نہ ہی کوئی اس کی مثل پیدا کر سکا۔ اگر اس مقدس کتاب کو دیکھا جائے تو اس میں جو کچھ بھی حکم ہے اور احکامات ہیں ان پر عمل کرنے میں ہی نجات ہے۔ آخرت میں اللہ کی خوشنودی اور اس کے نبی محترم حضورؐ کی شناخت اس مسلمان کے لیے ہے جس کا قرآن پر ایمان ہے۔ ہم سے پہلے جو مسلمان تھے وہ قرآن پر عمل کرنے کے بعد سرخرو ہو گئے۔ صحابۂ کرام نے اسی سانچہ میں اپنے آپ کو ڈھال لیا۔ جن جن علاقوں کو فتح کرنے گئے وہاں قرآن کی حکومت قائم کرتے چلے گئے۔ قرآن نے جو بیان کیا اس کو نافذ کرتے چلے گئے۔

قرآن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''جب ہم تم کو حکومت دیں تو جو کچھ قرآن میں ہے اسی کے مطابق حکومت کو چلانا ہوگا''۔

ایک، تو یہ کہ مسلمان کہے کہ میری حکومت ہے اور ایک یہ کہ مسلمان کہے کہ مجھ پر قرآن کی حکومت ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ قرآن پاک شب قدر میں نازل ہوا تو پاکستان بھی اسی میں قائم ہوا۔ کیا پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ پاکستان میں امریکہ حکومت کرے کیا پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے جو قربانیاں دی گئیں وہ اس لیے تھیں کہ امریکہ خوش ہو جائے؟

ہم نے پاکستان اپنی یا امریکہ کی خوشنودی کے لیے نہیں بنایا تھا بلکہ ہم نے پاکستان اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کے لیے بنایا تھا۔ مگر آج اس ملک کا نقشہ دیکھیں اس میں سارے کام وہی ہو رہے ہیں جو امریکہ چاہتا ہے جو مغربی اقوام چاہتی ہیں جو ہندو چاہتے ہیں۔

ہندوؤں نے ہمارے ٹکڑے کیے، مسلمان عورتوں اور بچوں کو ذبح کیا، مگر آج وہی ہندو قوم کو ہم The Most Favour Nation کہتے ہیں۔ یعنی موجودہ حکومت مسلمانوں کے

قاتلوں کو پسند کرتی ہے۔ ہماری قوم کے حکمرانوں میں سے بہت سے آکسفورڈ، کیمبرج کے پڑھے ہوئے ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ کوئی محمود غزنوی اور محمد بن قاسم نہیں ہے۔

موجودہ حکومت نے اپنے دشمنوں کے لیے پاکستانی دروازوں کو کھول دیا ہے۔ ڈاکو، لٹیرے اور ظالم و جابر سرمایہ دار اقتدار میں ہیں۔ اسلام کے قلعہ میں ان حکمرانوں نے دراڑیں ڈال دی ہیں اور اب ان دراڑوں سے امریکہ اور بھارت اسلام کے قلعے میں گھس رہے ہیں۔ پاکستان کے دستور میں ہے کہ اس کا سرکاری مذہب اسلام ہے مگر حکومت کہتی ہے کہ ہم تو لبرل مسلمان ہیں مگر یہ سب امریکا کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور یہ اسلام کے نام پر قائم رہے گا۔ (خطباتِ نورانی، ص ۱۲۴-۱۳۴)

خطبہ۲: انقلاب نظامِ مصطفےٰ اور ہماری ذمہ داریاں

محترم اور مقتدر علمائے کرام مشائخ عظام میرے محترم بھائیو اور بزرگو، عزیز نوجوانو، پیارے بچو، السلام علیکم!

آج سے ہم یہ عہد کرلیں کہ ان شاء اللہ ہم پانچوں وقت کی نماز کا اہتمام جاری رکھیں گے اور ہر نماز ان شاء اللہ وقت پر ادا کریں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آنے والے مقدس مہینہ رمضان میں ان شاء اللہ ہم اپنے گھر میں بچوں کو اپنے اہل وعیال کو رمضان شریف کی مقدس ساعتوں میں روزے رکھنے کی اور تلاوت قرآن مجید کی تلقین کریں گے اور ان شاء اللہ ان کی پابندی بھی کرائیں گے۔

ہم متحدہ مجلس عمل کا حصہ ہیں۔ متحدہ مجلس عمل ایسی جماعتوں پر مشتمل ہے جن جماعتوں کا اتحاد یقیناً ممکن ہے اور اب یہ فقط اتحاد نہیں ہے تحریک بن گیا ہے۔ اب یہ اتحاد اس کے منشور میں ہے کہ ملک میں نظامِ مصطفےٰ کو نافذ کرنا ہے اور جب ایک تحریک بن جاتی ہے تو پھر اس کا ختم ہونا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب مجلس عمل نظامِ مصطفےٰ کی تحریک بن گئی ہے۔

حکومت کہتی ہے کہ اسرائیل سے ہمارا کیا جھگڑا ہے یہ امریکہ کے حاشیہ بردار ہیں یہ جھگڑا مدینہ منورہ سے شروع ہوا ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق: ''یہودیوں اور نصرانیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو، دو دین جزیرۃ العرب میں اکٹھے نہیں ہو سکتے''۔

آنے والا معرکہ یہودیوں اور انگریزوں کے ایجنٹوں اور رسولؐ کے غلاموں کے درمیان ہے اور اس سلسلے میں خادمین کو مکمل تیاری کرنا ہوگی۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس ملک کو ماڈرن بنانا ہے۔ مطلب کہ مسلمانوں کی بہو بیٹیاں، ناچیں گائیں اور ٹیلی ویژن پر ڈانس کر کے دکھائیں کیا آپ یہی اسلام اس ملک میں چاہتے ہیں؟

ماڈرن اسلام کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں امریکہ کا اسلام آئے مگر یہاں مدینہ کا اسلام

آ کر رہے گا۔ آج ہمارے میڈیا میں یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی ثقافت نظر آتی ہے، مکہ معظمہ کا تمدن اور تہذیب نہیں۔

ہم سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ عراق میں پاکستانی فوج کو امن قائم کرنے کے لیے بھیج دو حالانکہ پاکستانی فوج کی ضرورت کشمیر میں ہے، فلسطین میں ہے، ہم اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ پاکستانی فوج امریکہ کے دفاع کے لیے جائے ہم اپنی فوج کو سیدنا عبدالقادر جیلانی اور حضرت امام حسینؓ کے روضہ پر گولی چلانے کے لیے نہیں بھیجیں گے۔

ہمارے دین کے خلاف بہت بڑی سازش ہو رہی ہے پہلے ہزاروں غیر ملکی طلبہ انڈونیشیا، ملائیشیا، افغانستان، افریقی ممالک اور دنیا بھر کے ممالک سے قرآن وحدیث پڑھنے کے لیے یہاں آتے تھے اب حکومت نے چھاپے مار مار کر ان کو بھگا دیا۔ امریکہ چاہتا ہے کہ یہ مدرسے بند ہو جائیں۔ اب یہ سارے طلبہ ہندوستان کے مدرسوں میں زیر تعلیم ہیں، لیکن امریکہ کا یہ ایجنڈا ان شاء اللہ کامیاب نہیں ہوگا۔ ہم ان مدرسوں میں قرآن پڑھاتے رہیں گے اور جہاد کی تعلیم دیتے رہیں گے۔ اللہ رب العالمین خود ارشاد فرماتا ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ

تم پہلے مسلمان ہو، لیکن امریکہ اور اس کے غلام کہتے ہیں کہ تم پہلے پاکستانی ہو بعد میں مسلمان ہو تاکہ اسلام کی محبت دل سے نکل جائے۔ اللہ نے تم کو چن لیا ہے تم اُمت جہاد ہو۔ کشمیر اور فلسطین کے مسلمان پر ظلم ہوتا ہے تو تم کو تڑپنا چاہئے بے چین ہو جانا چاہئے دنیا میں کہیں بھی ظلم ہو رہا ہو، تو ظالم کا ہاتھ روکنے کے لیے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ (جمعیت علماءِ پاکستان پنجاب کے زیر اہتمام منعقدہ صوبائی خادمین کنونشن سے خطاب بمقام مینار پاکستان، لاہور بتاریخ ۱/۵ اکتوبر ۲۰۰۳ء) (خطبات نورانی، ص ۱۳۵-۱۴۶)

خطبہ۳: رسول اللہؐ کے عظیم جرنیل حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رسول ﷺ کے عظیم المرتبت صحابی تھے آپ رسول اکرمؐ کے جانشین بھی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جہاد کے میدان میں اور تلاوت قرآن میں اور تسبیح و نماز میں حضورؐ کے ساتھ ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم نے اپنی زندگی رسول پاکؐ کے لیے وقف کر دی۔ زندگی بندگی میں گزار دی اور یہ وہ بندگی ہے جس میں کوئی شرمندگی نہیں۔ جتنی عظیم الشان فتوحات عہد فاروقی میں ہوئی ہیں اس سے پہلے اتنی کبھی نہیں ہوئیں۔ جتنی فتوحات اور جتنی مسجدیں بنوائیں اس کی نظیر عالم اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔

اسلامی سلطنت کی وسعتیں تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس بات کا اقرار بہت سے دوسرے یورپین مصنفین نے کیا کہ اگر ایک دو عمرؓ اور پیدا ہو جاتے تو ساری دنیا ہی فتح ہو جاتی۔ آپ کے عہد حکومت میں ایک سوئی بھی گم نہیں ہوتی تھی گو آپ اس طرح رعایا اور سلطنت کی خبر گیری رکھتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب چھت پر پانی گرتا ہے تو پرنالہ سے نیچے آتا ہے جب اوپر پانی گندہ ہوگا تو پرنالے سے بھی پانی گندہ ہی آئے گا۔ اگر پانی شفاف ہے تو پرنالے سے بھی شفاف پانی ہی آئے گا۔

رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ۔ (القرآن)

''جس کو چاہے ملک عطا فرمادے''

اور پھر دیکھتے ہیں کہ جسے ملک دیا ہے وہ درندہ تو نہیں بن گیا، ظلم اور ناانصافی تو نہیں ہو رہی ملک میں فحاشی اور عریانی تو نہیں پھیل رہی۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ رب العالمین قادر ہے اور اس کے دست قدرت میں ہے جب چاہے دے دے اور جب چاہے لے لے۔

ایک ہزار برس تک مسلمانوں نے ہندوستان کی سرزمین پر حکومت کی اور اللہ رب العالمین نے حکومت لے لی اور انگریزوں کا غلام بنا دیا۔ چوں کہ حکمران بدکار تھے اس لیے قہر الٰہی انگریز کی شکل میں آیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ حکومت ہمیں اس لیے عطا کی کہ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق اس پر حکومت کریں اگر ہم ان کی دی ہوئی سرزمین پر ان کے مطابق اعمال سرانجام نہیں دیں گے تو ہم پر قہر نازل ہوگا اور یہ حکومت ہم سے چھین لی جائے گی۔

(خطبات نورانی، ص ۱۴۷-۱۶۲)

خطبہ۴: اسلام اور اصلاح معاشرہ

مقتدر علماء کرام، میرے محترم بزرگو، محترم بھائیو، محترم بہنو، عزیز نوجوانو اور پیارے بچو!

السلام علیکم۔

ہم یورپ کی سرزمین پر رہتے ہیں۔ یورپ کی سرزمین پر معاشرے کی اصلاح کے لیے ہم کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟ وہ مسلمان جو یورپ میں اقلیت میں رہتے ہیں ان کو مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یورپی اقوام اپنے آپ کو ہیومن رائٹس کا سب سے بڑا علمبردار کہتی ہیں۔ The most civilized nation of the world دنیا کے ممتاز ترین تہذیب و تمدن کے علمبرداروں کا یہ دعویٰ ہے، لیکن ان کی تہذیب و ثقافت کا پورا نقشہ آپ نے کوسووو، البانیا اور بوسنیا ہرٹیسگو وینا میں دیکھا ہوگا۔ یورپی پارلیمنٹ، جی۔ ایٹ (گروپ آٹھ) اور اقوام متحدہ کی زیر سرپرستی بھارت، کشمیر میں ظلم و ستم کر رہا ہے، لیکن اس کے خلاف ان کی جانب سے کوئی آواز بلند نہیں ہوتی ہے۔ ستر (۷۰) ہزار مسلمان دس سال کے عرصہ میں کشمیر کی سرزمین پر شہید ہو چکے ہیں، گاؤں کے گاؤں بستیوں کی بستیاں کشمیر میں جلائی گئی ہیں یہ سب کچھ یورپی قوموں کو نظر نہیں آتا کیوں کہ یہ سب کچھ انہی کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ اب آپ ان سے کیا توقع کر سکتے ہیں؟

مَیں آپ کو یہ بتاؤں کہ آپ کو تحفظ کیسے مل سکتا ہے۔ ان کا کوئی قانون آپ کو تحفظ نہیں دے سکتا۔ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بوسنیا، ہرٹیسگو وینا، کوسووو، البانیا کے مسلمانوں کو یورپی پارلیمنٹ کا قانون تحفظ نہیں دے سکا۔ ہم اپنے آپ کو تحفظ صرف اس طرح دے سکتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں آجائیں جو اللہ کا ہو جاتا ہے خدائی اس کی ہو جاتی ہے۔

یورپ کا معاشرہ جاہل معاشرہ ہے جس طرح اس جاہل معاشرہ میں دامن رسولؐ میں پناہ لے کر اہل ایمان نے تحفظ حاصل کر لیا ایسے ہی اس جاہل معاشرہ سے ہٹ کر دامن رسولؐ میں پناہ لیجئے اور اپنے ایمان کو بچا لیجئے۔ (سُنّی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام برطانیہ کے شہر بریڈ فورڈ میں منعقدہ، اصلاحِ معاشرہ کانفرنس سے خطاب)۔ (خطبات نورانی، ص ۱۶۳-۱۷۵)

خطبہ۵: شہادتِ امام حسینؓ

امام حسینؓ مظلوم کربلا تھے امام حسین حضور پرنور ﷺ کے نور نظر اور لخت جگر تھے۔ امام حسین سیدہ خاتونِ جنت، طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا کے نور نظر، علی المرتضیٰ شیر خدا کے دلبر تھے ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھے۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ امام حسینؓ مظلوم تھے اور یزید پلید تھا بدنصیب، بد بخت اور شقی القلب تھا۔ زمین پر چلتا پھرتا شیطان تھا۔ حضرت امام حسینؓ نیکی کی قوتوں کے علمبردار تھے اور یزید شیطانی قوتوں کی نمایندگی کر رہا تھا۔

آج ہم دیکھیں۔ لوگ حج کرنے جاتے ہیں ان کی آمدنی کیسی ہے، کہاں سے آئی؟ سرکاری حج ہے یا غیر سرکاری حج ہے، سود کے پیسے ہیں یا رشوت کے، یہ علٰحدہ بات ہے، لیکن بڑے آرام سے ہوائی جہاز سے جاتے ہیں۔

حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ كَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ اَوْ كَمَا قَالَ

یعنی میرے اہل بیت سفینہ نوح کی طرح ہیں جس طرح وہاں طوفان آیا تھا، لیکن جو کشتی میں سوار ہوا وہ بچ گیا، تو رسولؐ پاک فرماتے ہیں جس نے دنیا کے مصائب و آلام سے تنگ آ کر اور تمام دنیوی لذتوں کو چھوڑ کر اہل بیت کے دامن کو تھام لیا، ان سے وابستہ ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کشتی میں سوار ہو گیا۔

حضرت امام حسینؓ میں خونِ رسولؐ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

''حسین مجھ سے ہے اور مَیں حسین سے ہوں''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب حضورؐ ہیں۔ لہٰذا جس نے حسین کو تکلیف دی اس نے حضورؐ کو تکلیف دی اور جس نے حضورؐ کو تکلیف دی اس پر خدا کا قہر نازل ہوگا۔

آج ہم اسی یزید کے پیروکار بنتے جا رہے ہیں یعنی اسی کے اُصولوں اور اعمال کی پیروی کر

رہے ہیں۔اسی طرح ہمارا ملک کا نظام ہے وہی برائیاں اور عیاشیاں ہیں۔کوئی بھی اسلام کے نام پر جابر کے سامنے ڈٹنے کو تیار نہیں۔ہم جہاد سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جان نہ چلی جائے۔

حضرت امام حسینؓ، یزید کے خلاف میدان جنگ میں کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ یزید شرابی تھا، زانی تھا، رقص و سرود کی محفلیں لگاتا تھا۔

امام عالی مقام اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے میدان میں تشریف لے گئے تھے۔امام عالی مقام نے میدان کربلا میں نکل کر بتا دیا کہ ظالم و جابر اور بدعنوان حاکم کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا جہاد ہے۔آج جاہل مولوی حق بات کرنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں پولیس نہ پکڑ کر لے جائے۔ جیل میں جانے سے ڈرتے ہیں، خود بھی بزدل ہیں اور قوم کو بھی بزدل بنا دیا ہے۔ (تحریکِ فدایانِ ختم نبوت، نیو کراچی کے زیر اہتمام شہادت کانفرنس میں خطاب)۔

(خطباتِ نورانی، ص ۱۷۶-۱۸۸)

خطبہ ۶: نظم وضبط کی پابندی کیسے؟

میرے محترم عزیز نوجوانانِ کنزالایمان سوسائٹی، محترم حاضرین، السلام علیکم!

پاکستان میں انتخابات ہوئے اور ان انتخابات کے نتائج پر آج تک گفتگو ہو رہی ہے ہمارا شعبہ نشر واشاعت بڑا کمزور ہے اور شعبہ تنظیم بھی کمزور ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعیت العلمائے پاکستان بھی بڑی کمزور ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے پاس کوئی اخبار، ماہنامہ اور روزنامہ نہیں۔ ہم چھے (۶) سال سے بڑی پابندی کے ساتھ The Message International نکالتے ہیں۔ بہت سے سُنّی حضرات ایسے ہیں جن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ پڑھے لکھے اور سمجھ دار ہیں۔ دو تین سال تک ان کو یہ پرچہ مفت بھیجا گیا۔ اس کے بعد بند کر دیا پھر اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عوام اہل سنت اور خواص اہل سنت میں کوئی سرپرستی نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کنزالایمان کے سلسلہ میں ہم جو خدمت کر سکتے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ خواص اہل سنت اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اب دینی اور مذہبی کتابوں کا شوق بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ یورپ کے انگریز بھی اسلام میں کم دلچسپی لیتے ہیں۔ چالیس (۴۰) سال ہو گئے، مجھے یورپ میں تبلیغ کی غرض سے جاتے ہوئے، پہلے جب جلسے کا اعلان ہوتا تو غیر مسلم انگریز، افریقن نومسلم بڑی تعداد میں تقریر سننے کے لیے سیمینار میں شرکت کرتے، لیکن ۱۹۷۰ء کے بعد یہ دلچسپی کم ہو گئی۔ پہلے اگر ہزار انگریز آتے تھے تو اب صرف پچاس (۵۰) آتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے بعد مسلمانوں کے پاس دولت آنا شروع ہوئی تو انہوں نے ان سیمینارز کی بجائے دوسری نمائش والی جگہوں پر جانا شروع کر دیا۔ اس لیے اب ہم زیادہ توجہ انگریزوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں اور ان کے بچوں پر دیتے ہیں۔

ہمارے ملک میں مفاد پرستوں کا ایک ٹولہ ہے بابا حکمران ہوتا ہے اور چالیس (۴۰) چور اکٹھے ہوتے ہیں اور جب وہ بابا چلا جاتا ہے تو وہ پھر کسی اور بابا کو حکمران بنا لیتے ہیں۔ پس اس طرح سے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور سب اسلام کے نام پر ملک کو لوٹتے رہتے ہیں۔ (پاکستان عوامی اتحاد کے منتخب ارکان اسمبلی کے اعزاز میں کنزالایمان سوسائٹی لاہور کی استقبالیہ تقریب

منعقدہ ۲۰ رجنوری ۱۹۸۹ء میں خطاب)۔

(خطبات نورانی، ص ۱۸۹-۱۹۷)

خطبہ ۷: فتاوٰی رضویہ عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا

قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو حضورؐ پر نازل ہوئی اور اس مقدس کتاب کا عملی نمونہ اور اس کی تفسیر خود حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ کے سامنے پوری طرح عمل کر کے واضح فرما دی۔ صحابۂ کرام کی ایک مقدس جماعت تھی جنہوں نے حضورؐ سے جو کچھ بھی لیا اور جو کچھ انہیں فیضانِ نبوت سے عطا ہوا اس کو اپنے دلوں میں سمو لیا اور اپنے قلوب و ابدان کو پوری طرح اس میں ڈھال لیا۔ اس کے بعد ظاہر ہے تابعین کی ایک مقدس جماعت پھر تبع تابعین کی مقدس جماعت تیار ہوتی چلی گئی یوں اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا بہترین انتظام فرمایا۔

حضور ﷺ کو عطا کردہ دین کی حفاظت اور اس کے غلبہ اور اس کی سربلندی اور اسے چارسُو پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایک جماعت مقدسہ کو منتخب فرمایا۔

رب العالمین جلّ جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے''۔

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم امر بالمعروف اور برائیوں سے روکنے کا کام کرتے ہو تم بہترین اُمت ہو۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے ملک کے تمام اعلیٰ ترین فقہا اور صلحاء کرام کو جمع کیا جو صالحین کی ایک مقدس جماعت تھی۔ انہوں نے بیٹھ کر فقہ پر ریسرچ کا کام شروع کیا جو ہمارے سامنے ''فتاوٰی عالمگیری'' کے نام سے مشہور ہے جن کو ہم فقہ حنفی کے قانونی ضوابط کہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جس سے تجدیدی کام لینا چاہتا ہے تو وہ یہ کام فرد واحد سے بھی لے لیتا ہے جو پانچ سو (۵۰۰) علماء کرام بھی نہیں کر پاتے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملّت فاضل بریلوی مولانا شاہ امام احمد رضا نور اللہ مرقدہٗ کو کوئی شاہی سہولت میسر نہیں تھی۔ آپ تن تنہا تھے پانچ سو (۵۰۰) علماء نے مل کر ایک کتاب فتاوٰی عالمگیری مرتب کی۔ اس سے بڑھ کر آپ نے ''فتاوٰی رضویہ'' کی

شکل میں کر دکھایا۔ یہ بڑا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے۔ ریسرچ اور تحقیق کا وہ اعلیٰ ترین معیار ہے جس کی نظیر صدیوں میں نہیں ملے گی۔ فتاوٰی رضویہ عظیم الشان کام ہے کہ فردِ واحد امام احمد رضا نے بلا معاونین اتنا عظیم تحریری کام سرانجام دیا۔ یہی نہیں بلکہ حدیث، منطق، فلسفہ، علم ریاضی، تمام علوم پر کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ فتاوٰی رضویہ کے علاوہ حدیث وفقہ پر اور مختلف تقریباً پچپن (۵۵) علوم ایسے تھے جن پر اعلیٰ حضرت کی اپنی تحقیق وتصنیف موجود ہے، فتاوٰی رضویہ آپ نے بارہ جلدوں میں لکھی، لیکن اس پر مزید تحقیق اور عبارات کے تراجم اور ان کے حوالہ جات لکھنے شروع کیے ہیں تو وہ اٹھارہ (۱۸) جلدوں تک پہنچ گئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ اسلام میں قوم، وطن سے نہیں بنتی، اسلام میں قوم دین سے بنتی ہے۔ اسلام میں قوم غلامان مصطفٰی (ﷺ) سے بنتی ہے۔ آپ اور آپ کے خلفا تحریکِ پاکستان میں پیش پیش رہے۔ آپ نے دوقومی نظریئے کی بنیاد پر تسلسل سے ہندوستان میں اس تحریک کو جاری وساری رکھا اس کے نتیجہ میں دوقومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی فقہی بصیرت کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں دوسرا امام ابوحنیفہ پیدا ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں وہ یقیناً صدقہ جاریہ ہے کیوں کہ آپ کے علم سے عوام وخواص سب ہی استفادہ کرتے ہیں۔ (جامعہ انوارالقرآن مدنی مسجد، گلشن اقبال کراچی میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب)

(خطباتِ نورانی، ص ۲۲۸-۲۴۲)

خطبہ۸: قیامت کو جواب دینا ہوگا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ (القرآن)

تم میں اے مسلمانو! ضرور ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو بلاتا رہے لوگوں کو خیر کی طرف، نیکی طرف، بھلائی کی طرف۔

اسی طرح ہمارے سیاسی میدان میں بھی اگر ایک جماعت بھلائی کی طرف بلاتی ہے تو دوسری جماعت برے کام کی طرف۔ نیک جماعت نے اپنی آواز کو بلند کیا، اگر مؤذن اذان دیتا ہے ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامرانی کی طرف، مؤذن نے اذان دی لوگ نہیں آئے تو اب کیا مؤذن کو مسجد بند کردینی چاہئے؟ اذان بند کردینی چاہئے؟ اسی طرح خیر کی قوتیں، خیر کی جماعتیں — لوگوں کو خیر کی طرف بلاتی رہیں۔ کوئی آیا سبحان اللہ اور جو نہیں آتا اس کو خود اللہ کے حضور جواب دینا ہوگا۔ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کردی تو سب سے بڑی کامیابی آپ پر ہے کہ شر کی قوتوں کے درمیان لوگوں کو خیر کی طرف بلایا۔

یہ قرآن مجید فرقان حمید اس پر گواہ ہے کہ یہودی لوگوں کی کس عادت کی وجہ سے ان پر اللہ کا قہر اور غضب نازل ہوا۔

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ

''وہ بغیر حق کے انبیاء کو قتل کرتے تھے''

اور سودی لین دین کرتے تھے...... سودی معیشت کو فروغ دینا، سودی معیشت کا دفاع کرنا اور سودی معیشت جاری رکھنا یہ یہودیوں کی عادت ہے مگر آج ہمارے ملک میں بھی شراب، ہیروئن، جُوا، رشوت، فحاشی اور عریانی ہے اور مرکز میں بڑے بڑے چور اور مہذب ڈاکو قومی اسمبلی میں بیٹھ کر اپنے ناجائز اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے قوم کے روپے لوٹ کر قوم کے وقار کو تباہ کررہے ہیں تو اگر ایسے میں آپ نے آوازِ حق کو بلند کیا تو یقین رکھیئے کہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کیا۔ آپ دنیا میں بھی کامیاب اور آخرت میں بھی سرخرو ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیا۔

اسی طرح برائیوں میں ووٹ دینے والا اس میں برابر کا حصہ دار ہے۔ ووٹ سفارش بھی ہے، ووٹ شہادت بھی ہے اور ووٹ وکالت بھی ہے۔ قرآن کا فیصلہ ہے جس نے کسی نیک آدمی کی سفارش کی اس آدمی کے جتنے بھی نیک کام ہوں گے اس کا ثواب ووٹ دینے والے کو بھی ہو گا۔ اگر کسی نے برائی کا ساتھ دیا تو اسی طرح اس کی برائی میں وہ بھی حصہ دار بنے گا اور اس برائی کا گناہ اس کے ذمہ لکھا جاتا رہے گا۔

قرآن مجید فرقان حمید میں تمام مسائل بالکل واضح ہیں۔ مَیں نے پوری جدوجہد کے ساتھ کلمۂ خیر کو بلند کیا، دنیا کے تمام مفادوں اور لالچ سے بے خبر ہو کر خیر کی طرف دعوت دی۔ جس نے باطل قوتوں کے درمیان قائم حق کو بلند کیا اس کو اس کا اجر یہاں بھی اور قیامت میں بھی ان شاءاللہ ملے گا۔ (خطباتِ نورانی، ص ۲۸۴-۲۹۰)

فضائے بدر پیدا کر

غزوۂ بدر تاریخ اسلام کی پہلی عظیم اور فیصلہ کن جنگ ہے اسی جنگ میں مسلمانوں کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ اگر جنگ میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں نہ ہوتا تو مسلمان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے۔ اس لیے کہ مکہ مکرمہ سے جو مسلمان ہجرت کر کے آ گئے تھے یا جو چند گھرانے مدینہ شریف کے مسلمان ہوئے تھے بس یہی تھوڑے سے مسلمان تھے، مکہ معظّمہ سے آنے کے بعد مدینہ منورہ میں ایک سال ابھی پورا نہیں کر پائے تھے۔ غربت کا عالم تھا، کاروبار سارے ختم ہو گئے تھے تو ایسے میں حضورؐ پر نور کے حکم پر ان میں سے تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمیوں کا نکلنا ایثار اور قربانی کی، اسلام کے لیے خون کی قربانی کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

جب آنحضرتؐ نے مسجد نبوی میں یہ فرمایا کہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، مکہ کے تمام بڑے بڑے سرداروں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مدینہ میں بھی مسلمانوں کو سکون سے رہنے اور پھلنے پھولنے نہیں دیں گے کیوں کہ اگر یہ تھوڑا عرصہ مدینہ منورہ میں رہ گئے اور اسلامی حکومت اور ریاست مدینہ منورہ میں قائم ہو گئی، تو ایک دن مکہ بھی فتح ہو جائے گا لہٰذا مسلمانوں کے جڑ پکڑنے سے پہلے ختم کر دو۔ جب حضورؐ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حکم فرمایئے ہم آپؐ کے دائیں بائیں آگے پیچھے، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے چلے جائیں گے، ہم سمندر میں کود جائیں گے، اپنے بیوی بچوں کو قربان کر دیں گے، صحابۂ کرامؓ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یا رسولؐ اللہ ابھی تو ایک سال بھی پورا نہیں ہوا، ہجرت بھی ختم نہیں ہوئی بیروزگاری ہے، جنگ کے اخراجات کے لیے پیسہ نہیں ہے، تلواریں اور نیزے نہیں ہیں، جب کہ خبر یہ ہے کہ کفار کے لشکر کی تعداد ایک ہزار ہے اور وہ ہتھیار بند ہیں ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ مکہ سے ہم تو آ گئے ہیں، لیکن ادھر ہمارے بھائی، چچا اور اعزہ و اقارب بھی ہوں گے تو ہم اپنے عزیز و اقارب سے کیسے لڑیں گے؟ ان پر تلوار کیسے اٹھے گی؟ رشتہ داری اور قرابت اور خون کا رشتہ آڑے نہیں آیا بلکہ آنحضورؐ کے حکم پر لبیک کہا گیا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ فضائے

بدر پیدا کی جائے اور رشتہ داری، قرابت اور جان کی قربانی کا وہی جذبہ پیدا کیا جائے کیوں کہ اسی جذبہ کی بدولت تین سو تیرہ (۳۱۳) کو ایک ہزار کے مقابلے پر فتح ہوئی تھی۔ (۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ/فروری ۱۹۹۶ء یوم بدر کے موقع پر خطاب، کچھی میمن مسجد صدر کراچی)۔

(مولانا نورانی کی بارہ تقریریں، ص ۱۱۳-۱۲۵)

استقامت دین کے ثمرات

صحابۂ کرامؓ کو جو بزرگی نصیب ہوئی اس کی بنیاد ان کی آنحضورؐ سے عقیدت اور استقامت دین ہے۔ صحابۂ کرامؓ کو جو بزرگی اور کمالات استقامت دین کے باعث نصیب ہوئے وہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور ان سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ صحابۂ کرام کی کرامتیں حضورؐ کا عطیہ ہیں۔ اللہ کے دین کی صداقت اور سچائی واضح کرنے کے لیے صحابہ رضوان اجمعین سے کرامتیں ظاہر ہوتی رہیں۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کی بے شمار کرامتوں کا ذکر کتب سیرت میں ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لیے نیز اس دین کی سچائی، حقانیت اور برتری ثابت کرنے کے لیے سلسلۂ اولیاء کا آغاز فرمایا۔ صحابۂ کرام کے بعد تابعین سے بھی کرامات ظاہر ہوتی رہیں اور لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے رہے۔ کرامت اور معجزے میں فرق ہے۔ معجزہ کا ظہور نبی سے ہوتا ہے اور کرامت کا ظہور ولی سے ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی کے چاروں طرف کفر ہی کفر ہے۔ ہر جانب دشمن کی فوج ہے کفر کی سرزمین ہے۔ اجمیر ایک مقام کا نام ہے اور وہاں ہندوؤں کی حکومت ہے، ہندو بھی وہ جو اعلیٰ درجے کے متعصب اور بتوں کے پجاری تھے۔ ان کے سامنے جو آدمی بتوں کی پوجا سے انکار کرتا وہ اس کے بدترین دشمن بن جاتے۔ ایسے ماحول میں اور اس طرح کے دشمنوں کے درمیان میں جا کر بیٹھنا اور عظمت اسلام کا پھریرا لہرا دینا یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تبلیغ کے لیے نکلے تو وہ اپنے ہمراہ فوج اور اسلحہ نہیں لائے بلکہ مدینہ منورہ سے نسخہ شفا لائے، جس کی بدولت ان کے دلوں کی دنیا بدل کر لباسِ مصطفےٰ پہنا دیا۔ انہوں نے دل کی دنیا کو حُبِ انوارِ محمدیؐ سے روشن کیا، جب باطن بدل

گیاتو ظاہر بھی تبدیل ہوگیا۔(مولانا نورانی کی بارہ تقریریں،ص١٤٥-١٦٦)

مولانا شاہ احمد نورانی ؒ کے خطبات کے چند اقتباسات

۱۔ قرآن شریف اُمت مسلمہ کے لیے خدا کا خاص انعام ہے۔ یہ صرف ہمیں ملا ہے فرشتوں کو بھی نہیں ملا۔ فرشتوں کو تسبیح ملی ہے کسی کو سجدہ کی نعمت عطا ہوئی، کئی مسلسل قیام میں ہیں، لیکن اللہ نے اس اُمت کو جو کہ خیر اُمت ہے کو قرآن شریف عطا کیا ہے، اس کی قدر کریں تا کہ اللہ کا انعام مزید بڑھے۔ اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا اس کی مزید برکات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف، آزاد کشمیر ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو آخری خطاب)

(قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ، ص ۲۱)

۲۔ پاکستان میں ثقافت کے نام پر کثافت کو پھیلایا جا رہا ہے جو نمائش ٹی۔ وی پر ہو رہی ہے اس سے شرم و حیا کے خلاف اعلان جنگ کا تصور ہوتا ہے۔ جمعیت کے کارکنوں کو چاہئے کہ وہ ماضی کا مرثیہ پڑھنے کی بجائے موجودہ حالات میں جرأت مندانہ سیاسی کردار ادا کرنے کے لیے اپنے اسلاف کے جذبے سے میدان میں آئیں اور نظریاتی فضا پیدا کریں۔ (چوک فیروز پور روڈ لاہور میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب، قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ، ص ۲۱)

۳۔ خواتین کے لیے دینی تعلیم انتہائی ضروری ہے کہ وہ دینی تعلیم سے آراستہ ہوں گی تو اپنے پورے خاندان کی دینی خطوط پر تربیت کر سکیں گی اور اگر وہ خود قرآن کے علم سے بے بہرہ رہیں تو پورا معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔ خواتین اسلام کے لیے اُمہات المومنین اور خاتون جنت کا اسوۂ حسنہ مشعل راہ ہے۔ اسلام دشمن قوتوں یہود و ہنود کے ساتھ ساتھ صلیبی طاقتوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے اور مسلمان، قیادت کے فقدان کے باعث پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس ابتلا سے نکلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان اسوۂ حسنہ اور اولیاء اللہ کی سیرت پر عمل کریں اور پوری دنیا کے مسائل کا حل صرف نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ میں مضمر ہے۔ (جامعہ محمدیہ رضویہ بنات الاسلام گلبرگ، لاہور کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات سے خطاب)۔ (قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ، ص ۲۶)

۴۔ اولیائے کرام کی زندگیاں سنت نبویؐ کے نور سے منور و معطر ہوتی ہیں۔ان کی قربت میں رہنے والے بھی ظلمت سے نجات پالیتے ہیں۔صحبتِ اولیاء قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ خانقاہوں پر مدارس کا قیام ہی ہمارے مستقبل کو محفوظ کرسکتا ہے۔مشائخ عظام دینی مدارس کے قیام اوران کی سرپرستی کی طرف متوجہ ہوں۔(آستانہ عالیہ شاہ والا شریف متصل قائد آباد میں استقبالیہ سے خطاب، قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ،ص ۳۱)

۵۔ اللہ اوراس کے حبیب حضرت محمد ﷺ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے محبت رسول سے اپنے قلبوں کو منور کرو۔اس راہ پر چلنے کے لیے اولیاء کرام کا دامن تھامنا ضروری ہے۔رب العالمین نے اُمت محمدیہ کے لیے بیش بہا نعمتوں اور رحمتوں کی بارش کی ہوئی ہے اور اُمت محمدیہ کے لیے انعام ہی انعام کی بشارت ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ صراط مستقیم کے راستے کو اختیار کیا جائے۔موجودہ صدی اسلام کے غلبے کی صدی ہے اسلام کی کرنوں سے تمام عالم ضرور چمکے گا اورارض مقدس میں نظام مصطفیٰؐ کی بہاریں آئیں گی۔(انتقال سے ایک روز قبل مریدین سے حیدرآباد میں خطاب، یادوں کے نقوش،ص ۳۹)

۶۔ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ صرف مسجد تک محدود ہونے کے بجائے اسلام کے انقلابی پیغام کو پھیلانے کے لیے سیاسی بصیرت حاصل کریں۔(گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ میں جامعہ سلطانیہ رضویہ کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت سے خطاب)۔(قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ،ص ۲۰)

۷۔ علماء کرام متحد ہو کر لادینی قوتوں اور دہشت گردوں کا مقابلہ کریں۔کسووو میں مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جارہا ہے اور مسلمان حکمران بے غیرتی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔محمد بن قاسم ایک مسلمان بیٹی کی آواز پر لشکر لے کر آیا اور وہی پاکستان کی بنیاد بنا،لیکن آج حکمران قوم کو ناچ گانے دکھانے میں مصروف ہیں۔(جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اہتمام جامعہ نعیمیہ لاہور میں استاذ العلماء کانفرنس میں خطاب)۔(قائد تحریک نظام مصطفیٰؐ،ص ۲۶)

۸۔ یورپ کے مسلمان اپنے بچوں اور بچیوں کو دین کی تعلیم دلائیں۔انہیں مسجدوں میں ساتھ لائیں تاکہ ان کی اسلامی خطوط پر تربیت ہو سکے اور وہ یورپ میں اسلام کے مبلغ اور مجاہد ثابت

ہوں۔ (ورلڈ اسلامک مشن نیدر لینڈز کے زیر اہتمام ھیگ میں ہونے والی انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے صدارتی خطاب) (نوائے وقت، ۲۲ رنومبر ۲۰۰۵ء)

انٹرویو

سوال: اسلامی نقطۂ نظر سے فوج کا سیاست میں کیا کردار ہے؟ کیا اسلامی حکومت میں سپہ سالار سب سے طاقتور آدمی نہیں ہوتا تھا؟

مولانا شاہ احمد نورانی : نہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے فوج کا سیاست میں کوئی کردار نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفۂ راشد منتخب ہوئے تھے اس کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے، حضرت عمرؓ شہید ہوئے آپ تین روز تک شدید زخمی بھی رہے۔ اس وقت فاتح جرنیل عَمرو بن العاصؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ تھے کوئی اقتدار میں نہیں آیا۔ فوج نے ٹیک اوور نہیں کیا۔ ایران، مصر اور شام کے فاتح جرنیل موجود تھے۔ دوسری بات پورے خلافت راشدہ کے دور میں فوج جنگ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سول انتظامیہ سے ہدایات لیتی رہی۔ اسلامی تاریخ میں کبھی فوجی بغاوت نہیں ہوئی بلکہ اسلام میں فوج، سول حکومت کے احکام کی پابند ہے۔

سوال: ۱۹۷۳ء کے جس آئین پر آپ نے دستخط کئے وہ اسلامی نظام کے حوالہ سے آپ کے لیے قابل اطمینان تھا پھر آپ نے ۱۹۷۷ء میں نظامِ مصطفےٰ کی تحریک کیوں چلائی؟

مولانا شاہ احمد نورانی : اس کی وجہ یہ تھی کہ بھٹو صاحب کے بارے میں ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں کریں گے۔ دستور میں بہ امر مجبوری اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تھا۔ بہ امر مجبوری یہ بھی طے ہو گیا کہ دس (۱۰) سال میں تمام قوانین کو کتاب و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔ پھر اس دوران مطالبے کے باوجود انہوں نے اسلامی نظام نافذ نہیں کیا۔ وہ عملی طور پر اسلام کو نافذ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

سوال: آپ کے خیال میں مسئلہ کشمیر جنگ سے حل ہو گا یا اس مسئلے کے حل کے اور بھی طریقے موجود ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی : مسئلہ کشمیر کے ضمن میں بنیادی بات یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں خود بھارت اقوام متحدہ میں گیا۔ اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق کشمیر میں استصواب رائے ہونا تھا

وہاں کے انتخابات کے نتائج کے تحت کشمیریوں کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کشمیر کو اس ملک کے حوالے کر دینا تھا، جس سے الحاق کا فیصلہ کرتے، لیکن بھارت نے اس قرارداد پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد مسئلہ کشمیر سرد ہو گیا۔ بعد ازاں بھارت نے کشمیر کے اسٹیٹس کو تبدیل کیا اور وہاں وزیراعظم کے عہدے کو ختم کر دیا۔ تب کشمیر کے لوگ ہندوستان سے مایوس ہو گئے۔ جب کشمیریوں نے ہتھیار اُٹھا لیے، تو آزاد کشمیر سے بھی ان کو حمایت ملنی شروع ہوئی۔ پاکستان کی حکومت نے بھی کشمیریوں کی اخلاقی مدد کی۔ میں سمجھتا ہوں اس مسئلے پر جنگ ہونی چاہیے اور کشمیر کو کسی طور پر بھی چھوڑنا نہیں چاہیے۔

سوال: کیا پاکستان کا موجودہ آئین اسلامی ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ۱۹۷۳ء کا آئین اپنی ساخت اور فریم ورک کے لحاظ سے اسلامی ہے۔ اس آئین میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اگر اسی آئین پر عمل کر لیا جائے تو یہ عین اسلام کے مطابق ہو گا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ تمام قوانین کو کتاب وسُنّت کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ کونسل تمام قوانین کو کتاب و سُنّت کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے سفارشات پیش کرے گی۔

سوال: کیا آپ پارلیمانی نظام کو اسلامی سمجھتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلام نے پارلیمانی یا صدارتی نظام پر کوئی پابندی نہیں لگائی، جو نظام کسی ملک کے لیے مناسب ہو وہ اختیار کیا جا سکتا ہے مگر وہاں شوریٰ یعنی مشورہ ہو اور یہ شوریٰ الیکشن کے ذریعے منتخب ہو۔

سوال: آپ نے زندگی کے چوّن (۵۴) سال پاکستان میں گزارے ہیں سب سے زیادہ دکھ کس بات پر ہوا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے زیادہ دکھ مشرقی پاکستان کے سانحہ کا ہوا تھا میں اس وقت وہیں تھا اور قومی اسمبلی کا رکن تھا۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اب پاکستان کے حالات ٹھیک ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: موجودہ حالات پر بھی دکھ ہوتا ہے، مشرقی پاکستان کے سانحہ کے بعد یہ دوسرا موقع ہے کہ حالات تکلیف دہ اور خطرناک ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری ایٹمی قوت خطرے میں ہے اس لیے کہ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے۔ ہندو کے پاس دشمنوں کو ایٹم بم گوارا ہے، لیکن مسلمان کے پاس نہیں۔

سوال: آپ کو پاکستان میں ہجرت کیے ہوئے چون (۵۴) سال ہو گئے ہیں آپ کو پاکستان میں سب سے زیادہ کس بات پر اطمینان محسوس ہوا؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے زیادہ اطمینان اس وقت ہوا جب ہم نے ۱۹۷۳ء میں پاکستان کا متفقہ آئین بنایا اس آئین میں اسلام سرکاری مذہب قرار پایا اور قادیانی فتنے کا سدباب کیا گیا۔

سوال: آپ سمجھتے ہیں کہ ۱۹۷۳ء کا آئین بنانا بہت بڑا کارنامہ ہے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: سب سے بڑا اطمینان ہی اس بات کا ہوا کہ اسلام اس ملک کا سرکاری مذہب قرار پایا یعنی سیکولر قوتوں کا راستہ رُک گیا۔

سوال: دینی مدارس کو جہاد کی نرسیاں کہا جا رہا ہے آپ کیا کہتے ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: جہاں تک دینی مدارس کا تعلق ہے تو صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ قرآن مجید خواہ کسی مدرسے میں بھی پڑھایا جائے یا کسی کالج میں وہاں جہاد کی تعلیم تو ملے گی، قرآن مجید میں بار بار آتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

سوال: اسلامی ممالک مجموعی طور پر زوال کا شکار کیوں ہیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی: اسلامی ممالک میں وہاں کے عوام کو نمائندگی کا حق نہیں ہے وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنی مرضی کے مطابق نمائندے منتخب کرنے کا حق نہیں ہے۔

سوال: کیا ہمیں کشمیر میں اپنے وسائل جھونکنے کی بجائے معیشت کو بہتر کرنا چاہئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: معیشت کا انحصار بھی کشمیر پر ہے۔

سوال: وہ کیسے؟

مولانا شاہ احمد نورانی : اگر بھارت کا کشمیر پر قبضہ ہو جاتا ہے تو جو ہمارے پاس تین دریا رہ گئے ہیں ان سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ قائداعظم نے صحیح فرمایا تھا کہ کشمیر معیشت اور دفاع کی شہ رگ ہے پھر پاکستان کا یہ عالم ہوگا کہ یہ بنجر ہو جائے گا۔

سوال: آپ صلیبی جنگ کی بات کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے پاس تو کوئی سائنسدان ہی نہیں، سُوئی سے لے کر ٹینک، ہم سب کچھ باہر سے لیتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم باہر سے چیزیں لیں اور ان ہی سے لڑیں؟

مولانا شاہ احمد نورانی : آپ جس ملک سے کوئی چیز لیتے ہیں، اس کے ساتھ بارٹر سسٹم ہے کہ اگر کچھ لے رہے ہیں تو کچھ دے بھی رہے ہوں گے۔ جن سے لڑائی ہوتی ہے اس وقت ان سے تعلقات ختم کر دیتے ہیں اور لڑائی بند ہونے پر دوبارہ تعلقات جوڑ دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پچپن (۵۵) ممالک ایسے ہیں جن میں سوئی بھی تیار نہیں ہوتی، لیکن ان میں ایک ملک ایسا بھی ہے کہ جو ایٹمی قوت ہے۔ پاکستان میں بے شمار ترقی ہو جاتی، لیکن سیاستدانوں کی نااہلی اور جمہوریت کا جاری نہ رہنا بھی نقصان کا باعث بنا۔

(افکارِ نورانی' ص ۳۱۲-۳۳۵)

سوال: قادیانیت کے رد میں کام کرنے کا احساس کیسے بیدار ہوا؟ آپ نے اس سلسلہ میں کیا جدوجہد فرمائی؟

مولانا شاہ احمد نورانی : قادیانیت پچھلی صدی کا منحوس فتنہ ہے جس نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کافر بنانے کا کام سنبھال رکھا ہے۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مرا، وہ پچھلی صدی کا سب سے بڑا فتنہ پرور شخص تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے ادبیاں، گستاخیاں کیں، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کا عقیدہ وہ نہیں جو ایک مسلمان کا ہے اس نے خدا کا وجود اس انداز میں بیان کیا جیسے ہندوؤں وغیرہ کا تصور ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا بارہا انکار کیا۔ اس نے درجنوں دعوے کئے وہ کہتا تھا، "مَیں ہی محمد اور مَیں ہی احمد ہوں"۔ (نعوذ باللہ) یہ فتنہ ہندوستان میں انگریزوں

نے برپا کیا تھا، انہی کا پیسہ اور پلاننگ تھی یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔

چوں کہ میرے والد گرامی کا موضوع ردِ قادیانیت تھا ایک حوالے سے تو مجھے یہ موضوع ورثہ میں ملا۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت میں دیگر چند علماء کے ساتھ شریک رہا۔ پاکستان آنے کے بعد سب سے پہلا بیان قادیانیت کے خلاف جاری کیا۔ پھر ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں یہ قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد پر حزب اختلاف کے سینتیس (۳۷) ارکان نے دستخط کیے۔ بہرحال ۳۰ رجون ۱۹۷۴ء کو اسی قرارداد کے نتیجے میں تحریک ختم نبوت چلی جو اس قدر کامیاب ہوئی کہ بالآخر پارلیمنٹ نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

سوال: ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کیسے شروع ہوئی؟

مولانا شاہ احمد نورانی: پاکستان بننے کے بعد منکرین جہاد نے فوج میں بھرتی ہونا شروع کر دیا اور ایک سازش کے تحت ملک کی کلیدی اسامیوں تک پہنچ گئے۔ وہ ملک کو قادیانی اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں اسی غرض سے انہوں نے فوج میں اثر ورسوخ بڑھانا شروع کر دیا۔ ۱۹۵۲ء میں جہانگیر پارک کراچی میں جب یہ بات مسلمانوں پر کھلی کہ یہ لوگ پاکستان میں قادیانیت جیسے بے دین مذہب کو پھیلانا چاہتے ہیں تو لوگ مشتعل ہو گئے۔ یہاں سے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا جس کی قیادت حضرت مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری نے فرمائی۔ ہزاروں نوجوان جانیں قربان کرنے کے لیے سڑکوں پر نکل آئے، جیلیں بھر گئیں، حکومت وقت نے بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مارشل لا لگا دیا۔ پھر ملک میں حکومت تبدیل ہو گئی اور قادیانیت دب گئی۔ دوبارہ ۱۹۷۴ء میں تحریک چلی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

سوال: ۱۹۵۳ء کے بعد جو ۱۹۷۴ء میں ایک بار پھر عظیم الشان تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی وہ کون سے اسباب تھے جن کے نتیجے میں اتنا جوش اور جذبہ پیدا ہوا اور پورے ملک کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: ایمان ایک ایسی قوت ہے جس کی بے شمار برکات ہیں اور تحفظِ ختم نبوت خالصتاً ایمانیات کا مسئلہ ہے۔ مئی ۱۹۷۴ء میں کچھ طلبہ جو اپنے مطالعاتی اور تفریحی

دورے پر تھے، دورانِ سفر ایک ٹرین میں ربوہ کے اسٹیشن پر رُکے تو ربوہ کے غنڈوں نے ان پر حملہ بول دیا، مارا پیٹا اور ختم نبوت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ یہ قادیانیوں کی جانب سے ملت اسلامیہ پاکستان کی دینی حمیت اور جذبۂ عشق مصطفیٰؐ کی ایمانی قوت کو پرکھنے کے لیے ایک ٹیسٹ کیس تھا۔ اگر اس موقع پر غلامانِ رسولؐ جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر اُٹھ کھڑے نہ ہوتے تو قادیانیوں کے حوصلے اور بلند ہو جاتے۔

سوال: آپ کی نظر میں امتناع قادیانیت کی آئینی ترمیم کی منظوری کے بعد پاکستان کے آئینی اور قانونی ڈھانچے پر بین الاقوامی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

مولانا شاہ احمد نورانی: چوں کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہم مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرا چکے تھے۔ یہ تحفظ ختم نبوت کے لیے ہمارے آئینی اور قانونی نظام کی خشت اول تھی۔ پھر قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دینے کی آئینی ترمیم سے اس کی تکمیل ہوگئی۔ بعد ازاں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ فارم میں مسلمان کے لیے ختم نبوت کے اقرار اور مرزائیوں کے قادیانی و لاہوری گروپ سے براءت کا حلفیہ بیان لازمی قرار دیا گیا۔ سعودی عرب، ملائیشیا، انڈونیشیا اور دیگر مسلم ممالک کی حکومتوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم کا درجہ دینا شروع کیا۔ حتیٰ کہ جنوبی افریقہ کی غیر مسلم عدالت نے بھی اس کی توثیق کی کہ قادیانی مسلم نہیں۔ قادیانیوں پر مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامے میں ختم نبوت کا اقرار لازمی قرار پایا۔ (انوارِ رضا، ص ۱۲۶-۱۳۴)

تصانیف

چوں کہ مولانا شاہ احمد نورانی ایک عظیم عالمی مبلغ تھے اس لیے ان حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اُردو، فرانسیسی، انگریزی اور متعدد عالمی زبانوں مین پمفلٹ اور ضروری لٹریچر لکھتے اور شائع کراتے رہتے تھے، لیکن بایں ہمہ مصروفیت آپ نے کچھ مستقل تصانیف بھی اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ نے دو ضخیم کتابیں عیسائیت اور مرزائیت کے رد میں تحریر فرمائیں:

۱۔ دی سیل آف دی پرافٹ (مہر نبوت)۔انگریزی

۲۔ جیسی کرائسٹ ان دی لائٹ آف قرآن (یسوع قرآن کی روشنی میں)

لیکن بدقسمتی سے یہ کتابیں زیر طبع ہیں۔ منظر عام پر نہ آنے کی وجہ سے ان کتابوں کو ریسرچ ورک میں شامل نہیں کیا جاسکا۔ (عالم اسلام کی عظیم شخصیت علامہ شاہ احمد نورانی، ص۴۶)

باب چہارم

خلاصہ، حاصلات اور سفارشات

خلاصہ

مولانا نورانی ایک نامور علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا مولانا عبدالحکیم اور والد گرامی حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی اپنے وقت کے جید عالم دین، مایۂ ناز خطیب اور مبلغ اسلام تھے۔ ان کے تایا مولانا نذیر احمد صدیقی سے قائداعظم دینی معاملات میں رہنمائی لیتے۔

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی دینی علوم ہی نہیں دنیوی علوم سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کو متعدد زبانوں میں عبور حاصل تھا۔ ان میں عربی، انگریزی، اُردو، فارسی، فرانسیسی، ہندی، سواحلی اور جنوبی افریقہ کی دیگر زبانیں شامل ہیں۔ عربی، اُردو، انگریزی اور فرانسیسی روانی سے بول اور لکھ سکتے تھے۔ وہ ممتاز عالم دین، سیاسی قائد، مبلغ اسلام اور شعلہ بیان مقرر تھے کہ ان کی بات لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی۔ حافظ قرآن تھے اور انتہائی خوش الحانی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان کی قراءت کا اپنا ایک انداز تھا۔

۱۹۷۰ء میں باقاعدہ سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اس وقت خواجہ قمرالدین سیالوی جمعیت علمائے پاکستان کے صدر تھے۔ یہ خالصتاً علماء و مشائخ کی جماعت تھی۔ سیال شریف سرگودھا کی بڑی گدی ہے اور خواجہ صاحب کے ہزاروں مرید ہیں۔ قبلہ خواجہ صاحب کی پیرانہ سالی کے باعث مولانا نورانی کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ وفات تک اسی عہدے پر فائز رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد چند سال مولانا نورانی نے افریقہ میں گزارے جہاں ان کے والد گرامی قبلہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی مقیم تھے۔ جنہوں نے افریقہ میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) کے

قریب لوگوں کو مسلمان کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ انہیں عالم اسلام میں ''مبلغِ اسلام'' کا خطاب دیا گیا۔

آپ کے والد گرامی نے دنیا میں تبلیغ اسلام کے لیے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے نام سے افریقہ میں تنظیم قائم کی۔ تقریباً پینتیس (۳۵) سال یورپ، امریکہ اور افریقہ میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ممالک میں مساجد، درسگاہیں، کتب خانے، ہسپتال، تبلیغی مراکز قائم کیے۔ اخبارات ورسائل نکالے۔ ۱۹۵۴ء میں حضرت عبدالعلیم صدیقی کی وفات کے بعد ان کے بڑے داماد (ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری) اور پھر ان کی وفات (۱۹۷۴ء) کے بعد مولانا نورانی نے اسلامک مشن کی ذمہ داری سنبھالی۔

آپ نے ملکی سیاست کے ساتھ تبلیغی کام بھی موت تک جاری رکھا۔ یورپ اور افریقہ میں جو مکاتب والد صاحب نے بنائے تھے ان کی دیکھ بھال کے علاوہ آپ نے کئی مکاتب اور مدرسے بنوائے۔ موری تانیا میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام مولانا مرحوم کا یادگار کارنامہ ہے۔ نیدرلینڈز میں ایک گرجا گھر خرید کر وہاں خوبصورت مسجد اور دینی مدرسہ قائم کیا۔ آپ نے اس مشن میں اس قدر توسیع کرائی کہ پینتالیس (۴۵) ملکوں میں اس کی شاخیں قائم کیں، لوگوں کو دین کی طرف بلایا ان کے لیے دین کی راہ میں حائل مشکلات کو حل کیا۔ آپ نے انہیں اسلام کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ ان کے بچوں کے لیے دینی مدارس قائم کیے۔ اس پر نیدرلینڈز حکومت نے انہیں ''اہم شخصیت'' کا درجہ دے رکھا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں یہ سرنائی[1] ان کے مرید ہیں۔ حضرت نورانی حکومت

[1] ''انگریز کے دور میں اودھ سے بڑی تعداد میں ہندو اور مسلمان کسان پرتگال لے جائے گئے۔ تاکہ یہ وہاں گنے کی کاشت کرسکیں۔ پرتگال میں اس وقت ڈچ کا قانون تھا جب آزاد ہوا تو یہ کہا گیا کہ یہ لوگ جنہیں 'سرنائی'' کہا جاتا ہے کو ڈچ پرتگال لائے تھے اس لیے یہ ہالینڈ (نیدرلینڈز) کے شہری ہیں انہیں وہاں لے جایا جائے۔ چناں چہ انہیں پرتگال سے لاکر ایمسٹرڈیم کے قریب آباد کردیا گیا۔ یہ اپنا سب کچھ بھول گئے تھے۔ صرف دو چیزیں محفوظ ہیں ایک یہ کہ یہ مسلمان ہیں اور دوسرے ''پوربی زبان'' جو اودھ کے گردونواح میں بولی جاتی ہے۔ یہ سرنائی اب بھی ٹھیٹھ پوربی زبان بولتے ہیں۔
مولانا شاہ احمد نورانی نے انہیں اسلام کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ ان کے بچوں کے لیے دینی مدرسہ قائم کیا۔ اس پر ہالینڈ (نیدرلینڈز) حکومت نے انہیں 'اہم شخصیت'' کا درجہ دے رکھا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں یہ سرنائی ان کے مرید ہیں''۔ (انور قدوائی، سید۔ ''علامہ شاہ احمد نورانی... ایک تاریخ... ایک عہد''، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۱۱)

فرانس کے اقلیتی امور کے مشیر بھی ہوا کرتے تھے۔ ساری دنیا میں ورلڈ اسلامک مشن نے سوادِاعظم اہلِ سُنّت کی مساجد، مدارس قائم کیے اور افریقہ میں انگریزی کے علاوہ مقامی زبان میں بھی رسائل شائع کیے، جواب بھی اسی طرح جاری وساری ہیں۔

مولانا نورانی سال میں چھے (۶) ماہ تبلیغ کے لیے غیر ملکی دوروں پر رہتے تھے، لیکن ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے نہ ہی ان اداروں کو اپنے نام سے منسوب کیا اور نہ ہی ان اداروں پر کسی قسم کا قبضہ جمایا بلکہ یہ ادارے جن ملکوں میں قائم کیے جاتے وہاں کے ہی مسلم لوگ ان کے منتظمین ہوتے۔ اس حوالے سے انہوں نے ورلڈ اسلامک مشن یا کسی ادارے سے کبھی کوئی معاوضہ یا اعزازیہ وصول نہیں کیا۔ آپ قیمتی پتھروں کی تجارت کرتے تھے۔ یہ کاروبار انہیں وراثت میں ملا۔ سیاسی سطح پر ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے قیام کے لیے آپ کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ سیاست میں پہلی بار آپ نے شرافت، مروت، بردباری اور تحمل کی بنیاد رکھی۔ کبھی بھی اُصولوں پر سودے بازی نہیں کی اور اقتدار کے لیے موقف میں تبدیل نہیں آئی۔

آپ نے آئین کی ترمیم میں اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان کے آئین میں ''اسلام'' کو ''ریاست کا مذہب'' قرار دلوانا ان کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے آئین میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی تشکیل اور ترامیم کے حوالے سے مولانا نورانی کی کاوشیں سنہری حروف سے لکھی جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے آئین کو اسلامی اور جمہوری اور پارلیمانی بنانے کے لیے دو سو (۲۰۰) سے زائد ترامیم پیش کیں۔ آپ نے عہد جدید کے سیاست دانوں کی طرح مکروفریب، مبالغہ آرائی، غلط بیانی، جھوٹے وعدے سے اپنی زبان پاک کو آلودہ نہیں کیا۔

ان کا نظریہ بقول ڈاکٹر محمد اقبال یہ تھا:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

آپ نے پوری دنیا میں تبلیغی دورے کیے، اسلام کی سربلندی کے لیے ہمہ وقت مصروف رہے۔ عوام کی خیر خواہی، زندگی خدمت خلق کے لیے وقف، اُصولوں کی پاسداری اور نظام مصطفیٰ

کے نفاذ کے لیے ڈٹے رہنا آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ نے ہر نازک مرحلے میں پاکستان کو بہت سے خطروں سے نجات دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ اپنی بات منوا کر کسی فتح مندی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ آپ کا پارلیمانی کیریئر تینتیس (۳۳) سال پر محیط ہے۔

آپ کی دوسو (۲۰۰) ترامیم آپ کی ذات اور مرتبے کو بلند کرتی ہیں۔ کسی شق، کسی ترمیم میں اور کسی بھی سطر میں دنیوی آلائش شامل نہیں تھی۔ آج ہم پاکستان کا سرکاری نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" لے کر فخر کرتے ہیں تو یہ بھی نورانی صاحب کا کارنامہ ہے کہ وطن عزیز کا سرکاری نام کس قدر خوبصورت رکھا۔ آپ نے نہ صرف دینی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں بلکہ امن بحال کرنے کی کوششوں میں بھی آپ کا بہت عمل دخل رہا ہے۔

آپ کو عراق اور ایران کی جنگ بندی کے لیے ایشیا کی طرف سے امن کمیٹی کا نمائندہ بنایا گیا۔ چناں چہ اس جنگ بندی میں پچاس فی صد کوششوں کا عمل دخل آپ ہی کا تھا۔ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے خلاف آپ نے جلسے جلوس نکالے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں مختلف جماعتوں کی صلح کرائی اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کو ان کے فرائض یاد دلائے۔ آپ کی قیادت میں مجلس عمل آپس کے اختلافات پس پشت ڈال کر متحد ہوگئی۔

سیاسی گہما گہمی کے باوجود مولانا نورانی ملک اور بیرون ملک کی دینی درس گاہوں کی سرپرستی سے غافل نہیں رہے اور ان کی ترقی اور استحکام پر نظر رکھتے ہیں۔ آپ ملّتِ اسلامیہ کے ان فرزندانِ دین کی بے پناہ قدر کرتے ہیں جو مساجد اور مدارس میں دین کی تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ دینی مدارس کی تقسیم اسناد کی تقاریب میں پہنچ کر اساتذہ اور طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ نیز خود غریب اساتذہ اور طلبہ کی مالی امداد کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی پوری زندگی میں سات (۷) بار حج کیا اور عمرے اتنے کیے کہ آپ کے قریبی رفقاء بھی ان کی تعداد بتانے سے قاصر ہیں۔ آپ دل کے مریض تھے پہلا دورہ ۱۹۷۸ء اور دوسرا ۱۹۸۶ء میں ہوا تھا۔ عارضۂ قلب کے ہاتھوں مجبور ہونے کے باوجود آپ کے

عزائم اور مقاصد بدستور قائم اور توانا تھے۔ آپ آخری وقت تک نوجوانوں کی سی ہمت و جرأت کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ کی وفات سے صرف متحدہ مجلس عمل اور حزب اختلاف کی سیاست کو ہی دھچکا نہیں پہنچا بلکہ قومی سیاست کا ایک باب بند ہو گیا۔ آپ کی زندگی ایسی کتاب کی مانند تھی جس میں کوئی باب ندامت کا موجود ہی نہیں تھا۔

عام سیاست دانوں کی طرح آپ نے اس میدان سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ تمام قوم کو آپ نے تحفظ دیا، لیکن جانی حملوں کے باوجود آپ نے کبھی باڈی گارڈ نہیں رکھے۔ آپ نے ساری زندگی کرایہ کے مکان میں گزاری۔ سیاست کے میدان میں باوقار طریقے سے خدمات سرانجام دے کر ایک شاندار مثال قائم کر گئے جس سے لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے ایک مقام اور احترام پیدا کر لیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے بے انتہا مصروفیات کے باوجود اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ انہیں مکمل دینی و معاشرتی تعلیم دلوائی۔

آپ نے ہمیشہ اسلام کی سربلندی کے لیے کام کیا۔ پوپ جان پال نے جب افریقہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو اس نے افریقی سرزمین پر سجدہ کیا اور کہا کہ افریقہ کا مستقبل ہمارا ہے۔ پوری دنیا میں صرف شاہ احمد نورانی کی، جواب میں آواز گونجی، نہیں ہرگز نہیں افریقہ اسلام کا ہے اور پھر حالات نے ثابت کر دیا آج افریقہ کی پینسٹھ (۶۵) فی صد آبادی مسلمان ہے۔

آپ نے فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے جو کوششیں کیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی ذات تمام فرقوں کے پیروکاروں کے لیے قابل تکریم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ملک کے طول و عرض میں ایک غیر متنازعہ شخصیت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ ۱۹۹۰ء میں جب ملک نسلی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی آگ میں جل رہا تھا اس وقت آپ نے اپنی جدوجہد اور سیاسی محاذ پر اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ اسی فورم کے متحرک ہونے سے ملک میں فرقہ واریت کی لہر ختم ہو گئی اور ایک اللہ، ایک قرآن اور ایک رسولؐ کی بات نے تقویت پکڑی۔ آپ نے جس بلند آہنگ کے ساتھ عالم اسلام کے بارے میں امریکی عزائم اور جارحیت کے خلاف کلمۃ الحق بلند کیا، طالبان کی

اسلامی حکومت کو سپورٹ کرنے کے ساتھ ساتھ افغانستان اور عراق میں امریکہ مسلح مداخلت اور قبضے کے خلاف رائے عامہ کی رہنمائی کی اور بڑھاپے اور علالت کے باوجود مسلسل اور متحرک کردار ادا کیا، وہ علماء کی نئی نسل کے لیے مشعل راہ اور دینی اور سیاسی رہنماؤں کے لیے لائق رشک اور قابل تقلید ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے ترکے میں وہ لاکھوں لوگ چھوڑے ہیں جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کیا۔ آپ کے ترکے میں لاکھوں عاشقانِ رسول ؐ بھی شامل ہیں جن کے دلوں میں عشق محمدیؐ کی لو کو مرحوم اپنی تاثیر تقریر سے مہمیز دیتے رہے۔

آپ جس شہر اور ملک کے دورے پر جاتے وہاں سے اکٹھے ہونے والے نذرانے اور چندے اسی ملک کے تدریسی اور تبلیغی مشن کے لیے وقف کر دیتے۔ مولانا کی تبلیغی، دینی اور علمی سرگرمیوں کا کسی ایک مضمون میں احاطہ کرنا کسی بھی طرح ممکن نہیں۔ آپ ایک Long Legend تھے۔ آپ کی زندگی میں ہی پنجاب یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مجیب احمد آپ پر پی۔ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ انہوں نے قائداعظم یونیورسٹی شعبہ تاریخ سے مولانا نورانی پر ڈاکٹریٹ کرنے کے لیے رجسٹریشن کرائی تھی۔

مولانا شاہ احمد نورانی نے سوگواران میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں۔ آپ کے چھوٹے بیٹے اویس نورانی امریکہ سے ایڈمنسٹریشن کی تعلیم حاصل کر کے اب پاکستان آ گئے ہیں۔ بڑے فرزند شاہ انس نورانی آپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث آپ کا انتقال ہوا۔ کراچی میں لاکھوں سوگواروں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا انس نورانی نے نماز جنازہ پڑھائی اور کلفٹن پارک میں شاہ عبداللہ غازیؒ کے مزار کے پاس آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات ایک قومی المیہ ہے جو مذہبی اور سیاسی حوالے سے بہت بڑا خلا ہے۔ آپ قرون اوّل کی یادگار تھے۔ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا نقصان شاید مدتوں پورا

نہ ہو سکے۔

جمعیت علمائے پاکستان، ورلڈ اسلامک مشن اور متحدہ مجلس عمل پاکستان کے سربراہ قائد اہلِ سُنّت اور قائد ملّت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی کے اچانک انتقال سے قوم ایک عالمی مبلغ اسلام، جیّد عالم دین، نابغۂ عصر، روحانی پیشوا اور ممتاز سیاست داں سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کی وفات پوری اُمت مسلمہ خصوصاً اہل پاکستان کے لیے بہت بڑا سانحہ اور المیہ ہے۔ آپ کی عظیم دینی و تبلیغی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ موجودہ دگرگوں ملکی حالات میں قوم کی صحیح سمت میں رہنمائی اور آئین کی بالادستی کے لیے جدوجہد کے اس مرحلہ پر ان کے بعد پیدا ہونے والا خلا آسانی سے پُر نہیں ہو سکے گا۔ مولانا نورانی کے وصال پر اپنوں اور غیروں کا بھرپور خراجِ تحسین ان کی نماز جنازہ میں نظر آیا جب کراچی کی گلیاں بھی لوگوں سے بھر گئی تھیں۔

ہماری دعا ہے کہ خدائے رحیم و کریم مولانا نورانی کی دین حنیف کی تبلیغ اور اُمّتِ مسلمہ کی عظمت کی بحالی کے لیے مساعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے، انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین اور چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حاصلات

اس تحقیق سے درج ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولؐ کی اتباع مسلمانوں کی بنیادی صفات ہیں۔

۲- مولانا نورانی کے نزدیک تعلیم کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا و معرفت کا حصول ہے۔

۳- مولانا شاہ احمد نورانی خطبات، تقاریر، لیکچرز، مقالات، اسمبلی ہال ہو یا مسجد کے منبر پر غرض کہ ہر جگہ اور ہر مجلس میں ہمیشہ اصلاحی پہلو پیش نظر رکھتے تھے۔

۴- مولانا کے نزدیک دنیا کی امامت کا حق صرف اسلام کے علمبرداروں کا ہے اور وہی اس منصب کے صحیح اہل ہیں، لیکن اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے انہیں تصور اسلام کو اپنی زندگی میں سمونا ہے۔

۵- مولانا کے نزدیک معاشرے کے بگاڑ کی وجہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات سے روگردانی ہے۔

۶- اسلامی دنیا میں فرقہ بندی نے اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے شرک و بدعات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

۷- ان مذہبی فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے علمائے حق اگر مخلصانہ طور پر اپنا کردار ادا کریں تو مثبت نتائج حاصل ہو سکتے ہیں اور ان فرقوں کی بیخ کنی کی جا سکتی ہے۔

۸- سیاست کو مذہب سے الگ نہیں کیا جا سکتا سیاست کو مذہبی اقدار کے تابع ہونا چاہیے۔

۹- تمام علمائے دین کو باعمل ہونا چاہیے۔

۱۰- جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ حق و انصاف کی بالادستی قائم رکھنے اور باطل قوتوں کو شکست دینے کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

۱۱- آپ کے نزدیک کشمیر پاکستان کی معیشت اور دفاع کی شہ رگ ہے۔

۱۲- مسلمانوں کے آپس میں چاہے جیسے بھی اختلافات ہوں مگر تحفظ مقام مصطفیٰؐ اور تحفظ

اسلام کے لیے تمام مسلمانوں کو یکجا ہو کر بے دین قوتوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

۱۳۔ انسان مختلف اقسام کے ہوتے ہیں صحیح انسان وہ ہے جو نفس پر قابو پا کر اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتا رہے۔

۱۴۔ دین اور کردار میں سیاست کو ثانوی اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں آپ جہاد، توکل، حسن خلق، شکر، صبر، رضا اور سچائی پر زور دیتے تھے۔

۱۵۔ آپ پاکستان میں سیکولر اور لبرل سیاست کے مقابلے میں مذہبی امور پر کی جانے والی سیاست کے علمبردار تھے۔

۱۶۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے نزدیک ایک اچھے سیاست داں میں درج ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

الف۔ اللہ پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو۔

ب۔ سُنت خیر البشر کا اتباع کرتا ہو۔

ج۔ عالم باعمل ہو۔

د۔ سیاست اور دین کو کمائی کا ذریعہ نہ بنائے۔

ہ۔ اس کا باطن صاف ہو۔

و۔ ریاست میں اسلامی قانون نافذ کرے۔

ز۔ حق بات کہنے سے نہ ڈرے۔

ح۔ جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق بلند کرے۔

ط۔ برائی کے خلاف جہاد کرے اور جان کی پروانہ کرے۔

۱۷۔ خواتین کے لیے تعلیم ضروری ہے تا کہ وہ آئندہ نسلوں کی تربیت دینی خطوط پر کر سکیں۔

سفارشات

مولانا شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کے گہرے مطالعہ کے پیش نظر درج ذیل سفارشات مرتب کی گئی ہیں:

۱۔ ہمارا ملک ایک نظریاتی ملک ہے لہٰذا اس کے قیام کا مقصد خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے عین مطابق اجتماعی اور انفرادی زندگی کی تعمیر ہونا چاہیے۔

۲۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے عالمانہ خیالات اور تحریریں پاکستان کی قومی و تعلیمی پالیسی سازوں کے پیش نظر بطور بنیاد ہونی چاہئیں، جس سے نئی نسل کو اپنے اسلاف کے دینی و معاشرتی نظریات سے روشناس کرایا جائے۔

۳۔ سیاسی پالیسی مرتب کرتے وقت ایسے لوگ متعین کیے جائیں جو اسلام سے والہانہ عقیدت رکھتے ہوں اور اسلامی نظام کی روح سے واقف ہوں۔

۴۔ مغربی ذہن جس انداز اور پہلو سے بھی اسلام اور اس کے پیروکاروں کے متعلق نکتہ چینی کرتا ہے اس کا بھرپور انداز میں جواب دیا جائے، فرقہ وارانہ سیاست کو یکسر رد کیا جانا چاہیے۔

۵۔ اسلام میں سیکولر اور سرمایہ دارانہ نظریات کو کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا اس لیے جو بھی لادینی نظریات ہمارے ذہنوں میں داخل ہو چکے ہیں ان سے فوراً نجات حاصل کی جائے۔

۶۔ مولانا شاہ احمد نورانی جیسی دینی، سیاسی اور مذہبی شخصیات کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لیے مناسب مواقع مہیا کیے جائیں اور ان کی مذہبی فکر پر کام کیا جانا چاہیے۔

۷۔ مولانا شاہ احمد نورانی پر لکھی گئی تصانیف کو لائبریریوں میں مہیا کیا جائے تاکہ طلبہ ان سے استفادہ کر سکیں۔

۸۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے تا کہ لوگ ان کے مجتہدانہ کارناموں کو جان سکیں۔

۹۔ فرقہ وارانہ تعصّبات کا خاتمہ ہونا چاہیے تا کہ ملکی امن عامہ بحال ہو۔

کتابیات

سید انور قدوائی، (۲۰۰۴ء)، علامہ شاہ احمد نورانی۔ایک تاریخ ایک عہد، لاہور: حفیظ پبلشرز، جہانزیب بلاک

خلیل احمد رانا، (۱۹۸۹ء)، نورانی میاں کی تبلیغی مصروفیات، خانیوال: صفدر اعجاز پریس

صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی، افکار نورانی، لاہور: مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ رضویہ

صاحبزادہ فیض الرسول رضا نورانی، یادوں کے نقوش، لاہور: مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ رضویہ

محبوب الرسول قادری، قائد تحریک نظام مصطفےٰ علامہ شاہ احمد نورانی، لاہور: احمد جاوید فاروقی پبلشرز

محبوب الرسول قادری، (۲۰۰۴ء)، انوار رضا، جوہر آباد: انوار رضا لائبریری

محبوب الرسول قادری، (۲۰۰۴ء)، خطبات نورانی، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ

محبوب الرسول قادری، (۲۰۰۴ء)، مولانا نورانی کی بارہ تقریریں، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ

مولانا محمد امین نورانی، (۲۰۰۴ء)، عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، کراچی: بزم انوار القرآن، گلشن اقبال بلاک نمبر ۵

سید محمد حفیظ قیصر، (۲۰۰۱ء)، ایک عالم، ایک سیاستدان، کراچی: النور پبلی کیشنز، ۶۱۲-یونی شاپنگ سنٹر، شاہراہ عراق، صدر

محمد صدیق ہزاروی، (۱۹۷۸ء)، دو نامور مجاہد، لاہور: مکتبہ قادریہ، اندرون لوہاری دروازہ

سید محمد فاروق القادری، (۲۰۰۵ء)، علامہ شاہ احمد نورانی، لاہور: ادارۂ پاکستان شناسی، رائل پارک

مولانا معین الحق علیمی، (۲۰۰۴ء)، عالم اسلام کی عظیم شخصیت علامہ شاہ احمد نورانی، انڈیا: المجمع النورانی، دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یو۔پی

حضرت مولانا شاہ انس نورانی، ورلڈ اسلامک مشن پاکستان ٹرسٹ، کراچی: لکی چیمبرز، فریسکو

چوک، برنس روڈ

ماہنامہ احوال وآثار، دسمبر ۱۹۹۷ء، لاہور: ادارہ احوال وآثار

ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور، جنوری ۲۰۰۴ء، کاروان اسلام جامع مسجد رحمانیہ، شادمان

رسالہ پیام حرم، دوعظیم مبلغ، جنوری ۲۰۰۵ء، کراچی: ادارۂ انوار حرمین ٹرسٹ، عقب ایرو کلب، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۶

رسالہ ندائے انجمن، دسمبر ۲۰۰۴ء کراچی: رضا لائبریری، فریسکو چوک، برنس روڈ

پاکستان پوسٹ، جنوری ۲۰۰۶ء (نورانی نمبر)، کراچی: پوسٹ بکس نمبر ۱۲۴۵۵، ڈیفنس ھاؤسنگ اتھارٹی

ہفت روزہ فیملی میگزین، ۲۷؍دسمبر ۲۰۰۳ء، لاہور

روزنامہ پاکستان، ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۳ء، لاہور

روزنامہ خبریں، ۱۲؍دسمبر ۲۰۰۳ء، لاہور

نوائے وقت، ۲۲؍نومبر ۲۰۰۵ء، اشاعت خاص

تاریخ قطعۂ طباعت

"شہامت جہد و جسارت"

۱۴۲۸ھ

"غیرتِ حزبِ فقر"

۲۰۰۷ء

نتیجۂ فکر
محمد عبدالقیوم طارق
سلطانپوری

تعالی اللہ کیا انسان تھے مولانا نورانی
عطا کی حق نے اُن کو ظاہر و باطن کی تابانی

شریعت کا وہ اک بے لوث خادم، مردِ حقّانی
مجاہد دینِ حق کا، عاشقِ محبوبِ ربّانی

طریقت کے فروغِ تام کی خاطر رہا ساعی
دلیلِ منزلِ عرفان، شیخِ وقت لاثانی

شکوہِ فقر و اوجِ معرفت کا حق نما پیکر
امامِ اہلِ سنّت سے تھی نسبت اُس کی رُوحانی

شریعت کا نفاذ و ازتقا ترجیح تھی اُسکی
عظیم اس کے لیے تھا اُس کا جذب و جوشِ ایمانی

کتابِ حق کا حافظ اور خوش الحان قاری تھا
مثالی اُس کے لہجے اور گلے کی نُور افشانی

ہمیشہ کی سیاست با اُصول اُس مردِ مومن نے
قیادت کی ملے گی اب کہاں ایسی دَرَخشانی

نہ کی فکرِ مفادِ ذات اُس خود دار و قانع نے
متاعِ نازِ اہلِ حق ہے اُس کی صاف دامانی

کیا ہرگز نہ سودا غیرتِ ایماں کا اُس نے
وہ کر سکتا تھا حاصل کوئی بھی منصب بہ آسانی

رہا وہ برسرِ پیکار ہر صیّاد و گل چیں سے
اُسے بخشی گئی گلزارِ ملّت کی نگہبانی

اُس عبدِ حق جبلّت کی جو خدماتِ جلیلہ ہیں
تحیّر خیز ہے فہرست اُن کی اور طولانی

مُبرہن اس کتابِ دیدہ زیب و دل کُشا سے ہیں
عظیم المرتبت اُس شخص کے احوالِ نُورانی

مسرّت سے کہی تاریخ طارق نے طباعت کی
کتابِ سعدیہ "آئینۂ خدماتِ نُورانی"

۱۴۲۸ھ

تحریک پاکستان میں مولانا بدایوانیؒ کا کردار

ترتیب وتدوین: ظہورالدین خاں امرتسری

تاریخ شاہد ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا قیام کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمانوں کی طویل جدوجہد کارفرما ہے۔ تحریک پاکستان کے قافلہ سالاروں میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایوانیؒ کا ایک اہم رول اوراہم کردار ہے۔

ظہورالدین خان امرتسری نے مولوی مرحوم کے کردار کی ایک جھلک پیش کی ہے تاکہ نئی نسل کو اس تحریک اوراس کے حوالے سے کی جانے والی جدوجہد سے روشناس کرایا جاسکے۔

اس وقت ملک میں جو حالات قوم کو درپیش ہیں۔ جمہوریت کے نام پر جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ ہونے والا نظر آرہا ہے، اس کے پس منظر میں مولانا بدایوانی کے کردار کی سوجھ بوجھ نوجوان نسل کو صحیح راہ سمجھانے اور ملک وقوم کی صحیح معنوں میں خدمت کیلئے تیار کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ مختصری کتاب عمدگی سے پیش کی گئی ہے۔

(ہفت روزہ زندگی، لاہور: ۱۳ر تا ۱۹ اگست ۲۰۰۶ء) تبصرہ نگار: نذیر حق

کتاب کا حجم مختصر، لیکن متن انتہائی قیمتی ہے۔ اس کے مرتب جناب ظہورالدین خاں امرتسری تحریک پاکستان میں اہلِ سُنت و جماعت کے عظیم الشان کردار پر اپنی تحریروں کے ذریعے یاددہانی کراتے رہتے ہیں...... زیرنظر کتاب میں مولانا عبدالحامد کے دو مقالات کا عکس شامل ہے ''انتخابات کے ضروری پہلو'' جوانہوں نے ورکنگ سیکرٹری، روہیل کھنڈ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کی حیثیت سے ۱۹۳۶ء میں اُس وقت شائع کرایا تھا جب مسلم اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے قائداعظم کی قیادت میں منظم ہوکر آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے تحریک پاکستان کا آغاز کیا تھا، دوسرا مقالہ مولانا صاحب کے اس خطبہ صدارت کا عکس ہے جو ۳۰ راگست ۱۹۴۱ء کو رائے کوٹ ضلع لدھیانہ میں منعقدہ پاکستان کانفرنس کے موقع پر پڑھا تھا۔

جناب سید محمد فاروق القادری نے ''چند تاریخی حقائق'' کی پردہ کشائی کی ہے، جبکہ مذکورہ خطبہ صدارت پر خواجہ رضی حیدر صاحب، ڈائریکٹر قائداعظم اکیڈمی نے فکرانگیز مقالہ تحریر کیا ہے۔ اُن کے مقالے کی آخری سطور عبرت انگیز ہیں، خواجہ صاحب لکھتے ہیں: ''اور آخر میں پھر وہی سوال کہ مولانا عبدالحامد بدایونی کو تحریک پاکستان کے ایک اہم ترین رہنما کی حیثیت سے معاصر تاریخ میں کیوں نمایاں مقام نہیں مل سکا؟ تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ جب تاریخی شعور اور قرطاس وقلم سے وابستگی کو ہم اپنے درمیان فروغ نہیں دیں گے تو غیر ہی ہماری تاریخ لکھیں گے''۔

(ماہنامہ ''احیائے علوم'' لاہور جون' جولائی ۲۰۰۶ء) تبصرہ از سید قاسم محمود

علامہ شاہ احمد نورانی کی دینی و معاشرتی خدمات کا جائزہ

تصنیف: سعدیہ اختر

تدوین: ظہور الدین خان

